ہفت روزہ

نِدائے خلافت

لاہور

19 مارچ 2003ء - ۱۵ محرم الحرام ۱۴۲۴ھ

جلد 12 شمارہ 9

www.tanzeem.org

- اُمت مسلمہ کے بچاؤ کا راستہ (منبر و محراب)
- عالمی مفادات کی جنگ میں عالمِ اسلام کا کردار (تجزیہ)
- اسلام میں عورت کے چہرے کا پردہ (بحث و نظر)

فرض آپ کو پکار رہا ہے!

تلخ سہی لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ آج سب سے زیادہ ذلیل وخوار اور بے وزن یہی مسلمان قوم ہے۔ نہ ان کی اپنی کوئی رائے ہے‘ نہ کوئی منصوبہ‘ نہ ان کا کوئی وقار ہے اور نہ کوئی اعتبار۔ انفرادی حیثیت سے ان میں یقیناً لاکھوں ایسے ہیں جن پر انسانیت فخر کر سکتی ہے‘ لیکن اجتماعی حیثیت سے دنیا میں ان کا کوئی مقام نہیں ہے۔

کبھی آپ نے غور کیا کہ اس بے قدری اور ذلت کی وجہ کیا ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ اُمت نے اپنا وہ فرض بھلا دیا ہے جس کے لئے خدا نے اس کو پیدا کیا تھا۔ اُمت مسلمہ عام اُمتوں کی طرح کوئی خود رو اُمت نہیں ہے۔ اس کو خدا نے ایک خاص منصوبے کے تحت ایک عظیم مقصد کے لئے پیدا کیا ہے۔ خدا نے اس کی زندگی کا وہی مشن قرار دیا ہے جو اپنے اپنے دور میں خدا کے پیغمبروں کا مشن رہا ہے۔ نبوت کا سلسلہ نبیٔ اُمی ﷺ پر ختم ہوگیا۔ آپؐ کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔ خدا کے بندوں تک خدا کا دین پہنچانے کا کام اب رہتی دنیا تک اسی اُمت کو انجام دینا ہے۔ یہی اس کی زندگی کا مقصد ہے‘ اسی کی خاطر اللہ نے اسے ایک اُمت بن کر رہنے کی تاکید کی ہے‘ اور اسی فرض کی ادائیگی سے اس کی تقدیر وابستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ ’’تم کو ایک ایسی اُمت بن کر رہنا چاہئے جو خیر کی طرف لوگوں کو دعوت دے‘‘۔

الخیر سے مراد وہ ساری نیکیاں ہیں جن کے مجموعے کا نام دین ہے‘ اور جو ہمیشہ خدا کے پیغمبر خدا کے بندوں تک پہنچاتے رہے ہیں۔ اُمت کا کام یہ ہے کہ وہ خدا کے بندوں کو کسی امتیاز کے بغیر اس دین کی دعوت دے‘ اور اسی سوز اور تڑپ کے ساتھ دعوت کا کام کرے جس طرح خدا کے پیغمبروں نے کیا ہے‘ اس لئے کہ وہی مشن خدا نے اس اُمت کے سپرد کیا ہے۔

اُمت کی زندگی میں دعوتِ دین کے کام کی وہی حیثیت ہے جو انسانی جسم میں دل کی حیثیت ہے۔ انسانی جسم اسی وقت تک کارآمد ہے جب تک اس کے اندر دھڑکنے والا دل موجود ہو۔ اگر یہ دل دھڑکنا بند کر دے تو پھر انسانی جسم‘ انسانی جسم نہیں ہے مٹی کا ڈھیر ہے‘ اس لئے کہ جسم کو صالح خون پہنچانے والا اور اس کو زندہ رکھنے والا دل ہے۔ ٹھیک یہی حیثیت دعوت دین کی بھی ہے۔ اگر اُمت یہ کام سرگرمی سے انجام دے رہی ہے‘ تو اُمت زندہ ہے اور عظمت وعزت اور وقار و سربلندی اس کی تقدیر ہے‘ لیکن اُمت اگر اس فرض سے غافل ہو جائے‘ دینِ حق کے کام کا اسے احساس ہی نہ رہے تو وہ زندگی سے محروم ہے۔ اور مُردہ ملت بھلا عزت وعظمت کا مقام کیسے پا سکتی ہے۔

(مولانا محمد یوسف اصلاحی کی تحریر ’’فرض آپ کو پکار رہا ہے‘‘ سے ایک اقتباس)

بسم اللہ الرحمٰن الرَّحیم

﴿یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِیْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِیْنَ یُطِیْقُوْنَهٗ فِدْیَةٌ طَعَامُ مِسْكِیْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَیْرًا فَهُوَ خَیْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ ؕ وَمَنْ كَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ ؕ یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۫ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝﴾ (آیت:۱۸۳تا۱۸۵)

''یہ (روزے) گنتی کے چند دن ہیں پھر تم میں سے جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو اتنے روزے دوسرے دنوں میں رکھ لے اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت نہ پائیں تو ان کے ذمہ فدیہ ہے ایک مسکین کا کھانا اور جو خوشی سے زیادہ نیکی کرے تو وہ اس کے لئے زیادہ بہتر ہے (اگرچہ) تمہارے لئے روزہ رکھنا ہی بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔ ماہِ رمضان المبارک وہ ہے جس میں اتارا گیا قرآن اس حال میں کہ یہ راہِ حق دکھاتا ہے لوگوں کو اور (اس میں) ہدایت ہے اور روشن دلیلیں ہیں حق و باطل میں تمیز کرنے کی سو جو کوئی پائے تم میں سے اس مہینہ کو تو وہ یہ مہینہ روزہ رکھے اور جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں روزے رکھ لے' اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تمہارے لئے سہولت اور نہیں چاہتا تمہارے لئے دشواری اور چاہتا ہے کہ تم گنتی پوری کر لیا کرو اور اللہ کی بڑائی بیان کیا کرو اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت دی اور تا کہ تم شکرگزاری کیا کرو''۔

یہاں سے تیسواں رکوع شروع ہو رہا ہے جس میں روزے اور رمضان کے احکام ہیں۔ پہلی دو آیتوں کا تعلق رمضان کے روزوں سے نہیں ہے بلکہ رمضان کا روزہ فرض ہونے سے پہلے حضورؐ نے ہر مہینے میں جو تین روزے رکھنے کا حکم دیا تھا یہ ان کا ذکر ہے' اس میں ایک یہ رعایت رکھی گئی تھی کہ جو روزہ نہ رکھنا چاہے تو اس کی بجائے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے۔ دوسری رعایت یہ تھی کہ اگر کوئی شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ روزہ چھوڑ دے اور بعد میں روزے رکھ کر گنتی پوری کر لے۔ مگر تقریباً سولہ ماہ بعد جب ماہ رمضان کے روزے فرض ہوئے تو یہ رعایت ختم کر دی گئی۔ رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے قمری مہینے کے تین دن یعنی 13' 14 اور 15 کے متعلق رسول اللہؐ کا حکم تھا کہ یہ تین روزے رکھو اور اگر ان ایام میں نہ رکھ سکو تو دوسرے دنوں میں گنتی پوری کر لو۔ لیکن اگر تم ان حکمتوں کو جان لو جو اللہ نے روزے میں رکھی ہیں تو تم ضرور روزہ رکھو گے اور ان رعایتوں سے فائدہ نہ اٹھاؤ گے۔

آگے رمضان کے روزوں کا حکم دیا جا رہا ہے۔ رمضان کی یہ فضیلت ہے کہ اس میں قرآن نازل کیا گیا جو تمام انسانوں کے لئے ہدایت اور روشن دلائل پر مشتمل ہے۔ اس کا بیان واضح' عبارت آسان اور سادہ ہے۔ یہ حق و باطل میں فرق کرنے والی کتاب ہے۔ پس اس بابرکت مہینے میں تم میں سے جو کوئی بھی موجود ہو وہ روزہ رکھے۔ ابتدائی روزے میں جو رعایتیں رکھی گئی تھیں انہیں ختم کر دیا گیا یا صورت بدل دی گئی۔ اب روزے کی طاقت رکھنے والے پر لازم ہے کہ وہ روزہ ہی رکھے فدیہ دینے کی رعایت ختم ہوئی۔ البتہ اس کو ان لوگوں کے لئے جائز رکھا گیا جو روزہ رکھنے کی طاقت ہی نہیں رکھتے یعنی شیخ فانی اور ایسا مریض جسے اب صحت کی امید نہ رہی ہو تو ان لوگوں کو فدیہ دینے کی رعایت ہے۔ اسی طرح مسافر اور مریض بھی روزہ چھوڑ سکتے ہیں البتہ رمضان میں چھوڑے ہوئے روزے انہیں بعد از رمضان رکھ کر گنتی پوری کرنا ہوگی۔ پھر فرمایا کہ اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے تنگی نہیں یعنی یہ بات مستحسن نہیں کہ بخار 104 درجے کا ہو مگر روزہ رکھنے پر بضد ہو۔ اسی طرح سفر خواہ آسان ہو روزہ چھوڑا جا سکتا ہے کیونکہ سفر کے اندر غیر متوقع صورتحال پیش آ سکتی ہے۔ ان احکام کے بعد فرمایا کہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو اس بات پر کہ اس نے تمہیں ہدایت دی۔ قرآن کا بول بالا کرو' اس کا نظام قائم کرنے میں سر دھڑ کی بازی لگا دو تا کہ تمہارے اندر شکر کا جذبہ پیدا ہو۔ دن میں روزہ رکھو اور رات کا کافی حصہ قرآن پڑھنے اور سننے میں صرف کرو تا کہ دن میں روزہ رکھ کر جسمانی تقاضوں پر کنٹرول کے باعث تمہاری روح کو جو آنکھیں کھولنے کا موقع ملا' اُسے رات کے وقت قرآن کی غذا سے طاقت بہم پہنچاؤ' اور قرآن کو اس طرح حالت نماز میں سنو کہ گویا قرآن تمہارے ضمیر پر نازل ہو رہا ہے۔ بقول اقبالؒ ؎

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزول کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحبِ کشاف

اس کیفیت کے نتیجے میں تمہیں قرآن مجید کی قدر و قیمت معلوم ہوگی اور تم اس کا شکر ادا کر سکو گے۔

☆☆☆

فرمانِ نبوی | چوہدری رحمت اللہ بٹر

زمین کی گواہی

''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورۃ زلزال کی یہ آیت تلاوت فرمائی ''یومئذ تحدث اخبارھا'' (جس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن زمین اپنی سب خبریں بیان کرے گی) پھر حاضرین سے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ زمین کی خبریں کیا ہیں؟ انہوں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی کو زیادہ علم ہے۔ آپؐ نے فرمایا اس کی خبریں یہ ہیں کہ وہ ہر بندہ اور ہر بندی کے متعلق شہادت دے گی کہ اس نے فلاں دن میرے اوپر فلاں کام کیا تھا اور فلاں دن فلاں عمل کیا تھا پس یہ ہیں زمین کی خبریں (جو قیامت کے دن وہ بیان کرے گی) (مسند احمد و ترمذی)۔

گویا انسان جو عمل زمین کے جس حصے پر کرتا ہے زمین کا وہ حصہ اس کو محفوظ رکھتا ہے اور قیامت تک محفوظ رکھے گا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کی شہادت ادا کرے گا۔ اس قسم کی چیزوں پر یقین لانا ایمان والوں کے لئے تو پہلے بھی مشکل نہ تھا لیکن اب تو ٹیپ ریکارڈر وغیرہ کی ایجاد نے ان باتوں کو سمجھنا اور ان پر یقین کرنا سب کے لئے آسان کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس دن اور اس وقت کی رسوائیوں سے سب مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

جلد 12 شمارہ 9

13 تا 19 مارچ 2003ء

(۹ تا ۱۵ محرم الحرام ۱۴۲۴ھ)

○

بانی: اقتدار احمد مرحوم

مدیر: حافظ عاکف سعید

نائب مدیر: فرقان دانش خان

ادارۂ تحریر: سید قاسم محمود، مرزا ایوب بیگ
سردار اعوان، محمد یونس جنجوعہ

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

○

پبلشر: محمد سعید اسعد مختار، طابع: رشید احمد چوہدری

مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-گڑھی شاہو، علامہ اقبال روڈ لاہور

فون: 6316638-6366638 فیکس: 6305110

E-Mail:markaz@tanzeem.org

○

اس شمارے کی قیمت: 10 روپے

سالانہ زرتعاون

اندرون ملک ...... 250 روپے

بیرون پاکستان

☆ یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ
.... 1500 روپے

☆ امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ
.... 2200 روپے

اداریہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حافظ عاکف سعید

کہاں کا اختیار، کون سی آزادی؟

ایک باوردی صدر کے زیر سایہ جو اقتدار و اختیار کا تا حال بلاشرکت غیرے مالک ہے، پرورش پانے والی نوزائیدہ جمہوری حکومت کے وزیر اعظم کا قوم کے نام پہلا خطاب گزشتہ شب قومی نشریاتی رابطوں پر نشر ہوا۔ کم و بیش سوا گھنٹے پر محیط اپنے اس پہلے مفصل خطاب میں جناب ظفر اللہ جمالی نے بہت سے ملکی و بین الاقوامی موضوعات پر گفتگو کی ــــــ ملک و قوم کی بہتری اور غریب آدمی کی حالت کو بہتر بنانے سے لے کر سلامتی کونسل میں عراق پر جارحیت کے حوالے سے امریکہ کے حق میں یا خلاف ووٹ دینے تک کون سا موضوع ایسا تھا جو زیر بحث نہ آیا ہو۔ جمالی صاحب کی یہ تقریر ملک و قوم کی فلاح و بہبود کے حوالے سے ان کے نیک جذبات اور نیک ارادوں کی آئینہ دار تو یقیناً تھی، لیکن عام تاثر یہی ہے کہ یہ ایک "بے اختیار" وزیر اعظم کی خوشنما الفاظ سے مزین ایک کھوکھلی تقریر تھی جس کے مندرجات حکام بالا سے منظور شدہ اور توثیق شدہ تھے۔ چنانچہ جن نیک عزائم کا اظہار کیا گیا ان کا رُوبعمل آنا بھی جمالی صاحب کی تمناؤں پر نہیں، کسی اور کے فیصلے اور اجازت پر موقوف ہے۔ گویا آئندہ بھی وہی کچھ اور اسی قدر ہوگا جو پی (یعنی صدر مشرف) چاہیں گے!!!

عوام کی رائے اور ووٹ سے منتخب ہونے والے ارکان پر مشتمل اسمبلی کے منتخب وزیر اعظم کو یقیناً با اختیار حیثیت میں ہونا چاہئے۔ پارلیمانی جمہوری نظام میں سب سے با اختیار شخص وزیر اعظم ہی ہوتا ہے، جبکہ واحد قانون ساز اور پالیسی ساز ادارہ کے طور پر پارلیمنٹ ہی کا نام ذہنوں میں آتا ہے۔ چنانچہ جمہوری سیٹ اپ قائم ہونے کے باوجود بھی اگر اختیارات کا گھنٹہ گھر صدر صاحب کی ذات شریف ہی ہوں اور اہم پالیسی امور ملٹری ہیڈ کوارٹر میں طے پاتے ہوں تو یقیناً اسے نہایت مضحکہ خیز صورتحال گردانا جائے گا ــــــ لیکن ہماری رائے میں اصل معاملہ اس سے بھی کہیں زیادہ مضحکہ خیز بلکہ سنگین ہے ــــــ ہمارے ملک میں وزیر اعظم ظفر اللہ جمالی ہی نہیں صدر مشرف بھی اختیارات سے محروم ہیں۔ ہمارے ارباب اختیار خود کو اور پوری قوم کو امریکی محکومی میں دے کر اپنی آزادی سے مستعفی ہو چکے ہیں۔ ہمارا ملک ایف بی آئی کی کھلی چراگاہ بن چکا ہے۔ اگرچہ اپنے غیر ملکی مسلمان بھائیوں کو پکڑ پکڑ کر امریکی بھیڑیوں کے حوالے کرنے کا بھی دینی و ملی نقطہ نظر سے کوئی جواز نہیں ہے لیکن اگر "سب سے پہلے پاکستان" کا نعرہ لگانے والی حکومت اپنے معزز اور انسان دوست شہریوں کو بھی پاکستان کی سرزمین میں ایف بی آئی کی کھلی دست درازی سے نہ بچا سکے اور قوم کے بھرپور احتجاج کے باوجود بھی ایف بی آئی کے سامنے لاچار اور بے بس نظر آئے تو کہاں کا اختیار اور کون سی آزادی! ــــــ "خبر نہیں نام کیا ہے اس کا، خدا فریبی کہ خود فریبی!"

کون نہیں جانتا کہ ڈاکٹر عامر عزیز کے بعد ڈاکٹر احمد جاوید خواجہ، ان کے بھائی احمد نوید خواجہ اور ان کے متعدد عزیزوں کی گرفتاری ایف بی آئی کی زیر نگرانی بلکہ اس کے حکم سے ہوئی لیکن ہماری حکومت کے بعض ترجمان بڑی ڈھٹائی کے ساتھ یہ تاثر دے رہے ہیں کہ یہ کارروائی ایف بی آئی کے زیر نگرانی نہیں بلکہ ہمارے اپنے خفیہ اداروں نے کی ہے ــــــ ظاہر بات ہے کہ قوم اس سفید جھوٹ پر کان دھرنے کو تیار نہیں ہے ــــــ انتہائی شرمناک امر یہ ہے کہ بے پناہ عوامی احتجاج اور کئی مہینے گزر جانے کے باوجود انسانیت کے محسن دونوں سفید ریش بزرگوں ڈاکٹر احمد جاوید خواجہ اور احمد نوید خواجہ کو تا حال ایف بی آئی کے چنگل سے نجات نہیں دلائی جا سکی۔ اگر ہمارے باوردی صدر اور منتخب جمہوری حکومت مل کر بھی گروی میں رکھی گئی قومی آزادی کو ایف بی آئی اور امریکہ سے واگزار نہیں کرا سکتے تو انہیں ہرگز یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ چودہ کروڑ عوام کی گردنوں پر حکمران بن کر مسلط ہو جائیں۔ پھر تو جمہوری اداروں کا قیام اور حکومت سازی کے نام سے جو کچھ ہو رہا ہے وہ محض ڈرامہ ہے، عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش ہے ــــــ اگر ہماری حکومت کو ملک و قوم کا مفاد عزیز ہے تو مقدم ترین کام یہ ہونا چاہئے کہ وہ عوام کو سبز باغ دکھانے کی بجائے حالات کی سنگینی سے آگاہ کریں اور عوام کے ساتھ مل کر سب سے پہلے امریکی غلامی کے چنگل سے نکلنے کی تدبیر کریں۔ جس کا واحد راستہ اللہ، اس کے رسولؐ اور اس کے دین کے ساتھ کامل وفاداری کی شاہراہ سے گزرتا ہے۔ ؎

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات!

عراق پر امریکی حملے کا اصل مقصد مشرقِ وسطیٰ کا نقشہ تبدیل کر کے گریٹر اسرائیل کا قیام ہے

امت مسلمہ پر جس تباہی کے سائے منڈلا رہے ہیں وہ اللہ کے دین سے بے وفائی کی سزا کے طور پر عذابِ الٰہی کی شکل ہے

اگر مسلمان امت ایمان اور عمل صالح کے تقاضے پورے کر دے تو اللہ کی مدد سے بڑی سے بڑی قوت کو زیر کر سکتی ہے

امت مسلمہ کے بچاؤ کا راستہ؟

مسجد دارالسلام باغ جناح‘ لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کے 7 مارچ 2003ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

اسرائیلی وزیر دفاع کے اس بیان سے کہ ”چندروز تک عراق پر ہمارا قبضہ ہوگا“ یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ امریکہ اس وقت یہودی مفادات کے لئے سرگرم عمل ہے۔

اسرائیلی وزیر دفاع نے مزید کہا ہے کہ ”جس کسی نے بھی اسرائیل سے دشمنی کی وہ تباہ ہو گیا“۔ اس ضمن میں ماضی کا حوالہ دیتے ہوئے وزیر دفاع نے یہ بھی کہا کہ آخری عثمانی خلیفہ سلطان عبدالحمید نے ایک خطیر رقم کی پیشکش کے باوجود یہودیوں کو فلسطین میں آباد ہونے کی اجازت نہیں دی تھی‘ اس لئے ہم نے خلافت کی بساط ہی لپیٹ دی۔

گویا عراق پر امریکی حملے کا اصل مقصد مشرق وسطیٰ کا نقشہ تبدیل کر کے عظیم تر اسرائیل کے قیام کی راہ ہموار کرنا ہے جبکہ دیگر مقاصد ثانوی حیثیت کے حامل ہیں۔ عظیم تر اسرائیل کی راہ کی ایک بہت بڑی رکاوٹ پاکستان کی ایٹمی صلاحیت بھی ہے جس سے اسرائیل خوفزدہ ہے۔ اس لئے ہمارے گرد بھی گھیرا تنگ کیا جا رہا ہے اور پراپیگنڈہ کیا جا رہا ہے کہ پاکستان میں طالبان طرز کے لوگ قوت پکڑ رہے ہیں اور خطرہ ہے کہ پاکستان کے ایٹمی اثاثے ان کے قبضہ میں نہ چلے جائیں۔ اسی لئے پاکستان کے صوبہ سرحد میں بننے والی متحدہ مجلس عمل کی حکومت کو بھی تیکھی نظروں سے دیکھا جا رہا ہے۔

ان حالات میں پرویز مشرف کا یہ جملہ کہ ”ہم کوشش کریں گے کہ عراق کے بعد پاکستان کی باری نہ آئے“ اس بات کا عکاس ہے کہ انہیں خطرے کا بخوبی ادراک ہے لیکن وہ بھی بے بس ہیں۔

اس بے بسی کا سبب کیا ہے؟ ہمارے یہاں عموماً یہ کہا جاتا ہے کہ ہم (مسلمان) کفار سے سائنس اور ٹیکنالوجی میں بہت پیچھے ہیں‘ ہمیں ان کا مقابلہ کرنے کے لئے اس میدان میں ترقی کرنا ہوگی۔ یہ بات ایک حد تک صحیح ہے لیکن مکمل طور پر صحیح نہیں ہے۔ مسلمان کا معاملہ دیگر اقوام سے مختلف ہے۔ مسلمان کی قوت کا راز ”ایمان“ میں ہے۔ اللہ پر ایمان کے ساتھ جتنا بس میں ہو سامان حرب فراہم ضرور کرو‘ لیکن اسباب نہ بھی ہوں اور مسلمان اگر ایمانی قوت کے ساتھ باطل سے ٹکرا جائیں تو وہ اللہ کی مدد سے غالب آ کر رہیں گے۔ اگر انہیں ”ایمان“ حاصل نہیں تو جتنی بھی ٹیکنالوجی حاصل کر لیں نتیجہ صفر ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ ایٹمی صلاحیت جو اللہ نے ہمیں دی تھی‘ ایمانی قوت نہ ہونے کی وجہ سے ہی آج ہمارے لئے روگ بنی ہوئی ہے۔ اسی کو بچانے کے لئے افغان بھائیوں کے خون کا سودا کیا گیا‘ کشمیر پالیسی پر یوٹرن لیا گیا اور اسی کی خاطر اب اپنے مسلمان بھائیوں کو پکڑ پکڑ کر امریکہ کے حوالے کر رہے ہیں جن کا قصور صرف یہ ہے کہ وہ امریکہ کے ظلم کے خلاف سرگرم عمل ہیں۔

بہرحال ان حالات کے پیدا ہونے میں صرف پرویز مشرف ہی نہیں‘ پوری قوم اس کی ذمہ دار اور قصوروار ہے۔ وہ جرم یہ ہے کہ پوری قوم (الا ماشاء اللہ) دین و شریعت کو اپنے قدموں تلے روند رہی ہے۔ ہمارے معاش‘ معاشرت‘ تمدن و تہذیب کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ جب تک یہ معاملہ ٹھیک نہیں ہوگا اور ہم بحیثیت قوم اللہ کی جناب میں توبہ نہیں کریں گے حالات کا بدلنا ممکن نہیں۔ موجودہ حالات میں تو صاف محسوس ہوتا ہے کہ اسرائیل یا امریکہ کے ذریعے امت مسلمہ پر بالعموم اور اہل پاکستان پر بالخصوص جس تباہی کے سائے منڈلا رہے ہیں‘ وہ درحقیقت اللہ اور اس کے رسولؐ سے بے وفائی کی سزا کے طور پر عذابِ الٰہی کی ایک شکل ہے۔

دراصل مسلمان اُمتوں کے بارے میں اللہ کا قانونِ عذاب یہ رہا ہے کہ وہ کسی قوم کے ہاتھوں بھی وقت کی مسلمان امت پر عذاب نازل کر دیتا ہے۔ اس کی مثال ہمیں سابقہ اُمت مسلمہ بنی اسرائیل (یہود) کی تاریخ سے ملتی ہے کہ 600ق م میں نبوکدنذر (بخت نصر) کے ہاتھوں ان کی بداعمالیوں کے سبب‘ ان پر عذاب کا پہلا کوڑا برسا اور لاکھوں یہودی ہلاک کر دیئے گئے۔ اس کے بعد 70ء میں ٹائٹس رومی کے ہاتھوں عذاب کا دوسرا کوڑا نازل ہوا۔

اسی طرح اب موجودہ مسلمان اُمت پر عذاب کے سائے بڑے گہرے ہیں۔ اور یہ جنگ جب پھیلے گی تو پورے وسطی ایشیا کو اپنی لپیٹ میں لے گی اور دنیا کے نقشے کی تبدیلی کا سبب بن جائے گی۔

دوسری طرف ہندوستان اسرائیل کے ساتھ مل کر پاکستان کے وجود کو ختم کرنے پر تلا ہوا ہے۔ ان حالات میں بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی کیونکہ اللہ کا قانون یہ بھی ہے کہ جب کسی قوم یا امت کے لئے عذاب کا فیصلہ ہو جائے تو وہ عذاب ٹلا نہیں کرتا۔ البتہ اس ضمن میں صرف قوم یونسؑ کو استثناء حاصل ہے۔

حضرت یونسؑ کو نینوا کے علاقے میں موصل نامی شہر میں بھیجا گیا تھا۔ انہوں نے 7 برس اپنی قوم کو دعوت و انذار کیا‘ قوم انکار پر اڑی رہی تو اللہ کی طرف سے اس پر عذاب کا فیصلہ ہو گیا۔ لیکن حضرت یونسؑ اللہ کی جانب سے واضح اجازت کے آنے سے پہلے ہی اپنی قوم کو چھوڑ کر چلے گئے۔ جب قوم پر عذاب کے آثار شروع ہوئے تو انہوں نے محسوس کیا کہ حضرت یونسؑ جس عذاب سے خبردار کرتے رہے تھے وہ آ گیا۔ انہوں نے حضرت یونسؑ کو تلاش کیا وہ موجود نہیں تھے۔ چنانچہ قوم کو اللہ نے توفیق دی‘ انہوں نے

اجتماعی توبہ کی اور عذاب ٹل گیا۔

اس بارے میں مفسرین کی مختلف آراء ہیں۔ ایک یہ کہ وہ عذاب کی شبیہہ تھی ابھی اصل عذاب شروع نہ ہوا تھا اور انہوں نے توبہ کر لی۔ ایک رائے یہ ہے کہ چونکہ حضرت یونسؑ خدا کے حکم سے پہلے ہی قوم کو چھوڑ کر چلے گئے تھے اس لئے اس کا فائدہ قوم کو معافی کی صورت میں دے دیا گیا۔ بہر حال اگر ہم قوم یونس کی مثال کو سامنے رکھیں تو امید کی جا سکتی ہے کہ اگر ہم اب بھی توبہ کر لیں تو اللہ سے اُمید ہے کہ وہ عذاب کو ٹال دے گا۔

اس ضمن میں دوسرا معاملہ سورۃ الاعراف میں بیان ہوا ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک بستی کے بارے میں اللہ نے یہ طے کر لیا کہ اسے سخت عذاب دینا ہے۔ یہ بستی مچھیروں کی تھی جنہوں نے اللہ کی شریعت کے ساتھ تمسخر اور استہزاء کا معاملہ کرتے ہوئے یوم سبت (ہفتہ کے دن) کے احکام کی حرمت کو پامال کیا۔ نتیجتاً اللہ تعالیٰ نے اس قوم کو عبرتناک سزا دی اور وہ ہلاک کر دیئے گئے لیکن قوم کے کچھ لوگ بچا لئے گئے۔ یہ وہ لوگ تھے جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے ہوئے قوم کو اللہ کے عذاب سے ڈراتے اور اس کے احکام کی سرتابی سے منع کرتے تھے۔ ان لوگوں کے بارے میں فرمایا:

"پھر جب انہوں نے فراموش کر دیا نصیحت کو جو انہیں کی گئی تو ہم نے ان کو بچا لیا جو برائی سے روکتے تھے اور ان کو جو ظالم تھے ان کی نافرمانیوں کی وجہ سے مسخ کے عذاب میں پکڑ لیا' جب انہوں نے سرکشی کی اس بارے میں جس سے انہیں منع کیا گیا تھا تو ہم نے حکم دیا کہ ذلیل و خوار بندر بن جاؤ"۔

(الاعراف:165-166)

وہ کچھ دن اس حالت میں رہے پھر سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ یہ معاملہ ایک مسلمان قوم کے ساتھ ہوا کہ اس میں نہی عن المنکر کرنے والوں کو بچا لیا گیا۔ یعنی اللہ کے عذاب سے اگر بچنے کا کوئی امکان ہے تو ان لوگوں کے لئے ہے جو نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔

رہی یہ صورت حال کہ ہمارے پاس وسائل نہیں ہیں اور دوسری طرف بہت بڑی طاقت موجود ہے اس سے مقابلہ کیسے ہو۔ اگر مسلمان امت ایمان اور عمل صالح کے تقاضے پورے کر دے تو اللہ کی مدد سے بڑی سے بڑی قوت کو زیر کر سکتی ہے۔ اس کی بھی مثال موجود ہے۔ غزوۂ بدر کو ذہن میں لایئے' 313 نہتے مسلمان جن کے پاس گنتی کی چند تلواریں تھیں۔ مقابلے پر ایک ہزار کا لشکر پوری جنگی تیاری کے ساتھ موجود تھا لیکن اللہ نے فتح عطا کی۔ البتہ ساتھ ہی بتا دیا کہ اللہ کی نصرت کب آتی ہے۔

"اے اہل ایمان اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو جمائے گا۔

اسی طرح فرمایا:

"(اے مسلمانو!) اگر اللہ تعالیٰ تمہارا پشت پناہ بن جائے تو کوئی قوم تم پر غالب نہیں آ سکتی۔"

(آل عمران:160)

اللہ کے دین کی نصرت یہ ہے کہ انسان اپنی مقدم ترین ذمہ داری اللہ کی زمین پر اللہ کے دین کے نفاذ کو سمجھے اور باطل قوتوں کو جڑ سے اکھاڑنے کی جدوجہد کرتا رہے۔ اگر تم یہ کام کرو گے تو تمہیں اللہ کی نصرت حاصل ہو گی اور جب اللہ کی نصرت تمہیں حاصل ہو جائے گی تو کوئی قوت تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ یہ ہے بچاؤ کی واحد صورت کہ قوم کا قابل ذکر حصہ اللہ کی جناب میں توبہ کرے اور اللہ کی نصرت کے لئے کمر کس لے اور باطل نظام کو جڑ سے اکھاڑنے کی جدوجہد کرے تو اللہ کی تائید و نصرت حاصل ہو سکتی ہے گویا۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

تجاویز و آراء — قاضی عبدالقادر

وقت کا اہم تقاضا

(تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع کے موقع پر)

پوری دنیا میں ایک عالمی سپر طاقت جو ننگا ناچ' ناچ رہی ہے اور اس سے کل انسانیت خصوصاً اسلامی دنیا کو جو شدید خطرات درپیش ہیں' وہ سب کے سامنے ہیں۔ کشمیر' فلسطین اور دیگر ممالک میں مسلمانوں پر شدید ظلم و تشدد ہو رہا ہے۔ عراق پر حملہ کی تیاریاں ہو چکی ہیں اور اس کے بعد دوسرے مسلم ممالک کی باری ہے۔ اللہ جانے یہ کہاں تک دراز ہو۔

اس عالمی سپر طاقت کی پشت پر دراصل یہودیوں کی قوت کارفرما ہے۔ یہود اور ہنود کا گٹھ جوڑ ہو چکا ہے۔ تقریباً پون صدی قبل علامہ اقبال نے کہا تھا کہ ع "فرنگ کی رگِ جاں پنجۂ یہود میں ہے" جبکہ اب حالت یہ ہے کہ خود مسلماں کی رگِ جاں پنجۂ یہود میں ہے۔

اس وقت کرنے کے جہاں اور بہت سے کام ہیں وہاں یہ بھی وقت کا ایک اہم تقاضا ہے کہ یہودی معیشت پر کاری ضرب لگائی جائے۔ یہودی جو پیسے پر مرتا ہے' اس ضرب سے بلبلا جائے گا اور اللہ کرے کہ اس کی معیشت دھڑام سے نیچے آ گرے۔ اس مقصد کے لئے ضروری ہے کہ اول قدم کے طور پر ملک میں یہودی اور امریکی مصنوعات کے مکمل بائیکاٹ کی زبردست مہم چلائی جائے۔ اس ضمن میں تنظیم اسلامی کے رفقاء اور احباب پر یہ خصوصی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے گھروں' دفتروں وغیرہ میں یہودی اور امریکی اشیاء کے استعمال سے حتی الامکان گریز کریں۔ اس کے علاوہ دوسروں کو بھی اس کی ترغیب و تشویق دلائیں اور اسے ایک مہم کے طور پر اختیار کریں۔

دیکھنے میں یہ آیا ہے کہ بہت سے افراد کو یہ پتہ ہی نہیں ہوتا کہ یہودی اور امریکی مصنوعات کون کون سی ہیں' چنانچہ اس لاعلمی میں وہ انہیں دھڑلے سے استعمال کرتے رہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں گزشتہ سال ایک چارٹ "ندائے خلافت" شمارہ 31' 8 تا 14 اگست 2002ء میں شائع ہوا تھا۔ جس میں غیر قومی مصنوعات کے متبادل کے طور پر قومی اشیاء کے نام دیئے گئے تھے اور ان دونوں کی قیمتوں میں تقابل بھی کیا گیا تھا۔ اس چارٹ کو زیادہ سے زیادہ لوگوں کے علم میں لے آیا جائے تاکہ انہیں معلوم ہو سکے کہ کون کون سی مصنوعات یہودی اور امریکی ہیں۔

میری رائے میں بائیکاٹ کی یہ مہم ہینڈ بلز' پوسٹرز' پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا پر اشتہارات' اخبارات کے نام خطوط' ریلیوں اور دیگر ذرائع سے بھرپور طریقہ پر چلائی جانی چاہئے۔ مزید برآں بیرون پاکستان کے رفقاء و احباب کو بھی اس حوالے سے اپنا کردار ادا کرنا چاہئے۔

اللہ کرے کہ یہ مہم نہ صرف پاکستان بلکہ دیگر مسلم ممالک میں بھی کامیابی سے ہمکنار ہو!

سرمایہ کاری کا موقع

تھوڑے سرمایہ سے کاروبار کے خواہش مند رابطہ کریں۔
حمزہ ٹاول ٹریڈرز' مدینہ سنٹر' فیکٹری ایریا' فیصل آباد۔
محمد اصغر صدیقی (041)720896۔(0333)4313724

تجزیہ

عراق امریکہ چپقلش: عالمی مفادات کی جنگ میں عالمِ اسلام کا کردار

تجزیہ نگار کے نقطۂ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

ابوالحسن

یہ کہنا درست نہیں ہو گا کہ عراق امریکہ چپقلش نے عالمی امن کو خطرہ لاحق کر دیا ہے یا اقوام متحدہ کے مستقبل کو مشکوک بنا دیا ہے' اس لئے کہ ماضی سے قطع نظر موجودہ صورت حال یہ ہے کہ عراق یا صدر صدام حسین پسپائی اختیار کرتے آ رہے ہیں اور امریکہ بھیڑیئے کی صورت میں عراقی میمنے کی چیر پھاڑ کے لئے ایک کے بعد دوسرا عذر تراش کر رہا ہے' بالفاظِ دیگر معاملہ یک طرفہ ہے۔ امریکہ عراق کو غیر مسلح کرنے کے بہانے طاقت کے ذریعے مشرق وسطیٰ کی دولت پر قبضہ جمانا چاہتا ہے اور اپنے لے پالک غنڈے اسرائیل کی سرحدوں میں غیر معمولی اضافہ کر کے عربوں کو مکمل طور پر سرنگوں کرنا چاہتا ہے۔ عالمی امن اور اقوام متحدہ کے مستقبل کو وقت کی سپریم پاور کی اس دہشت گردی سے خطرہ ہے۔ امریکہ مسلمانوں کے احتجاج یا ان میں پھیلنے والی نفرت کو حقارت سے ٹھکرا رہا تھا وہ اپنے بغل بچہ برطانیہ کو آگے لگا کر اپنی قوت کے بل بوتے پر عالمی آمریت قائم کرنا چاہتا تھا اور چاہتا ہے لیکن پہلی مرتبہ یورپ' جس کی حفاظت کا امریکہ ٹھیکیدار بنا ہوا ہے' تقسیم ہوا ہے اور برطانیہ کے سوا یورپ کے بہت سے دوسرے ممالک جن میں فرانس' جرمنی اور بلجیم خاص طور پر قابل ذکر ہیں' خم ٹھونک کر امریکی عزائم کے راستے میں دیوار بن کر کھڑے ہو گئے ہیں جبکہ روس جو سرد جنگ کے خاتمہ کے بعد سے مسلسل امریکہ کے ہاتھوں ذلیل ہو رہا تھا اور چین جو اقتصادی میدان میں امریکی مراعات سے بھرپور فائدہ اٹھا رہا ہے لیکن ایشیا میں امریکہ کے اصل عزائم کو اچھی طرح سمجھتا ہے وہ بھی امریکہ کا ساتھ دینے کے لئے قطعی طور پر تیار نہیں۔ اگرچہ امریکہ کے یورپی اتحادی روس اور چین حق اور ناحق کو بنیاد بنا کر یہ رویہ اختیار نہیں کئے ہوئے اور نہ ہی صدام اور عراقی عوام کی محبت سے مجبور ہو کر وہ وقت کی سپریم پاور کی مخالفت مول لے رہے ہیں درحقیقت یہ مفادات کی جنگ ہے۔ فرانس' جرمنی' روس' چین جیسی دنیا کی دوسری قوتیں یہ سمجھتی ہیں کہ امریکہ اگر دنیا بھر میں دولت کے سرچشموں کا مالک بن گیا تو آنے والے وقت میں وہ بھی امریکہ کے محتاج ہو کر رہ جائیں گے۔ برطانیہ بھی اسی لالچ میں امریکہ کے ساتھ نتھی ہے کہ مال غنیمت میں سے اس کے ہاتھ بھی بہت کچھ لگے گا۔ البتہ یورپ اور خود امریکی عوام کا ایک بڑا حصہ انسانی ہمدردی اور جنگ کے خلاف اپنی نفرت کے اظہار کے لئے اٹھ کھڑا ہوا ہے اور دنیا بھر میں ایسے عظیم انسانی احتجاجی اجتماع ہوئے ہیں کہ تاریخ ان کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔ امریکہ اور یہودی لابی کو توقع نہیں تھی کہ اتنی شدید مزاحمت کا سامنا انہیں کرنا پڑے گا۔ جوں جوں امریکہ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے عزم کا اظہار کر رہا ہے توں توں ان ممالک کے رویے میں شدت آ رہی ہے۔

اگرچہ امریکہ یہ کہہ رہا ہے کہ سلامتی کونسل نے جنگ کی قرارداد منظور نہ کیا تو اقوام متحدہ اپنی افادیت کھو دے گی اور وہ سلامتی کونسل کے فیصلے کو رد کر کے خود بزور بازو عراق کو غیر مسلح کر دے گا لیکن فی الحال جنگ سلامتی کونسل ہی میں لڑی جا رہی ہے۔ سلامتی کونسل میں جس کے پانچ مستقل ممبر ہوتے ہیں جنہیں کسی بھی قرارداد کو ویٹو کرنے کا حق ہوتا ہے اس کے غیر مستقل کی تعداد مستقل ارکان سے دگنی یعنی دس ہے انہیں کسی بھی قرارداد پر ووٹ دینے کا حق حاصل ہوتا ہے لیکن وہ ویٹو کا حق نہیں رکھتے۔ امریکہ' روس' فرانس' اور چین سلامتی کونسل کے مستقل رکن ہیں جبکہ پاکستان' شام' سپین' بلغاریہ' بلجیم' گیانا' کیمرون' چلی' انگولا اور میکسیکو اس وقت غیر مستقل ارکان ہیں۔ نئی قرارداد جس کے ذریعے وہ اقوام متحدہ سے جنگ کی اجازت چاہتا ہے اس کے بارے میں امریکہ نے عجیب و غریب منطق پیش کی ہے کہ یہ قرارداد چونکہ پروسیجرل ہے لہٰذا اسے ویٹو نہیں کیا جا سکتا' اصل قرارداد وہی ہے جسے قرارداد 1441 کہا جاتا ہے اسی کی بنیاد پر عراق کو طاقت استعمال کر کے غیر مسلح کیا جائے گا۔ پروسیجرل قرارداد کی منظوری کے لئے سلامتی کونسل کے 15 ارکان میں سے محض 9 ارکان کی حمایت ضروری ہے اور اسے قرارداد کی منظوری کے لئے مطلوبہ ارکان کی حمایت حاصل ہو جائے گی۔ فریق مخالف نے امریکہ کی اس منطق کو قبول نہیں کیا' وہ قرارداد کو ویٹو کرنے کی بات بھی مسلسل کر رہے ہیں۔ البتہ دوسرے ارکان کی حمایت حاصل کرنے کی بھی سر توڑ کوشش ہو رہی ہے بش افریقی ممالک سے بھی رابطہ کر رہے ہیں پاکستان میں ایک کے بعد دوسرا وفد آ رہا ہے۔ پاکستان کو دوست اور اتحادی بھی کہا جا رہا ہے اور ساتھ ساتھ ایٹمی میدان میں شمالی کوریا اور ایران کی مدد کا الزام بھی لگایا جا رہا ہے۔

پاکستان کی قومی اسمبلی میں جہاں آج کل ایل ایف او کا ہنگامہ ہے وہاں 10 مارچ کو وزیر اعظم ظفر اللہ جمالی نے دورانِ ہنگامہ اعلان کیا کہ اگرچہ اعلان کی زبانی ضرورت سے زیادہ **diplomatic** تھی بہرحال الحمد للہ کہ اس سے سلامتی کونسل میں امریکی قرارداد کی حمایت نہ کرنے کی بات صاف جھلک رہی تھی۔ وزیر اعظم کے الفاظ تھے کہ پاکستان کی عوام اور حکومت کے لئے بہت مشکل ہے کہ وہ عراق کی عوام کے خلاف جنگ کی حمایت کرے۔ بعض حکومتی ذرائع نے عندیہ دیا ہے کہ پاکستان رائے شماری کے وقت غیر حاضر رہے گا۔ یہ بات اخلاقی طور پر بہت غلط ہے۔ ہمیں اپنا موقف دوٹوک انداز میں بیان کرنا چاہئے اور حق کی بات کہنے میں کسی قسم کا خوف طاری نہیں ہونا چاہئے۔ یہ دلیل بھی بڑی بودی اور غیر معقول ہے کہ عراق چونکہ کشمیر کے مسئلہ پر پاکستان کی حمایت سے گریز کرتا رہا ہے لہٰذا پاکستان بھی عراق کے خلاف امریکہ کے ممکنہ حملے کی پرزور مخالفت نہ کرے۔ غلط کام کا جواب غلط کام سے دینا کوئی دانش مندانہ اور مدبرانہ حکمت عملی نہیں ہے۔ پاکستان کا ووٹنگ کے وقت غیر حاضر رہنا قانونی طور پر امریکہ کے خلاف ووٹ تصور کیا جائے گا۔ اس لئے کہ قرارداد کی منظوری کے لئے امریکہ کی پندرہ میں سے کم از کم نو ووٹوں کی ضرورت ہو گی اور غیر حاضر ووٹ شمار نہیں ہو گا اگر معاملہ کچھ یوں ہوتا کہ قرارداد کو مسترد کرنے کے لئے اتنے کم از کم ووٹ ہونے چاہئیں وگرنہ قرارداد منظور تصور کی جائے گی تو پھر خود بخود غیر حاضر ووٹ امریکہ کی حمایت میں شمار کیا جاتا لہٰذا اخلاقی طور پر ناپسندیدہ ہونے کے باوجود غیر حاضری اور جنگ کے خلاف رائے تصور کی جائے گی۔

فرانس' جرمنی' روس' چین کی عراق کے مسئلہ پر امریکی عزائم کے خلاف جدوجہد دنیا کو ایک نیا رنگ دے سکتی ہے۔ سوویت یونین کی شکست و ریخت کے بعد دنیا بائی پولر سے یونی پولر ہو گئی تھی اور امریکہ نیو ورلڈ آرڈر کے نام سے

(باقی صفحہ 18 پر)

حضرت شاہ ولی اللہؒ کا زمانہ

سید قاسم محمود

مجدد الف ثانی کی وفات (1624ء) کے ٹھیک اسی سال کے بعد حکیم الامت شاہ ولی اللہ 1703ء میں پیدا ہوئے۔ دونوں میں قدرِ مشترک تھی۔ دونوں مصلح و مجدد تھے۔ لیکن حضرت مجدد کے زمانے کے سیاسی حالات شاہ صاحب کے زمانے کے سیاسی حالات سے مختلف تھے‘ اس لئے اصلاح وتجدید میں دونوں کی کوششیں مختلف نہج پر ہیں۔

حضرت مجدد کے وقت میں مسلمانوں کو سیاسی اقتدار و غلبہ حاصل تھا اور مسلمانوں کی سلطنت عروج پر تھی‘ اس لئے انہیں سیاسی اعتبار سے تحریک دینے اور ابھارنے کی ضرورت نہ تھی۔ البتہ شاہی دربار اور امراء میں غیر اسلامی شعائر بے حد مقبول تھے‘ بلکہ اکبر کے دور میں تو ایک نئے دین کی بنیاد رکھ دی گئی تھی‘ اس لئے حضرت مجدد کو اپنی بیشتر توجہ دربارِ شاہی اور امراء کی اصلاح پر مرکوز کرنی پڑی۔ شاہ صاحب کے زمانے میں مسلمانوں کا زوال بڑی تیزی سے گزر رہا تھا اور اسلام دشمن قوتیں نہایت تیزی سے ابھر رہی تھیں۔ مرہٹے‘ سکھ‘ جاٹ اندر سے اور پرتگیز اور انگریز باہر سے مغلیہ سلطنت میں دراڑیں ڈال رہے تھے‘ لیکن سب سے زیادہ نقصان خود مغل بادشاہ اپنی جمی جمائی سلطنت کو اور مسلمانانِ ہند کی قوت وجمعیت کو پہنچا رہے تھے۔

جب شاہ صاحب پیدا ہوئے تو حضرت مجدد کی برپا کی ہوئی تحریک کے سیاسی ثمرات زائل ہو چکے تھے۔ جہانگیر‘ شاہجہاں اور اورنگزیب عالمگیر کا زمانہ ختم ہو چکا تھا۔ ان کی ولادت کے چار سال بعد عالمگیر کا انتقال ہوا۔ عالمگیر کے بعد اُس کے عظیم اور پُر جلال تخت پر اُس کی اولاد میں وہ لوگ آئے جنہوں نے گویا قسم کھائی تھی کہ عالمگیر سے اسلام کی حمایت وحفاظت‘ تجدید واحیائے دین اور اجرائے سنت کی جو ”غلطی“ ہوئی تھی‘ وہ اس کی تلافی کریں گے اور عالمگیر سے جو ”گناہ“ سرزد ہوا تھا‘ مسلسل اس کا کفارہ ادا کرتے رہیں گے۔ چنانچہ یہ مغل سلطنت ہی نہیں بلکہ ملتِ اسلامیہ کی بھی بدقسمتی تھی کہ اس کے تخت پر یکے بعد دیگرے نااہل اور کمزور حکمران آتے رہے‘ اور تاریخ کی یہ بوالعجبی تھی کہ اورنگ زیب کا پہلا ہی جانشین (بہادر شاہ اوّل) اپنے عظیم باپ کی بالکل ضد تھا۔

شاہ ولی اللہ کے عہد (1703ء-1762ء) میں اورنگزیب عالمگیر کی وفات (1707ء) کے بعد گیارہ مغل بادشاہ تخت نشین ہوئے۔ اختصار کے ساتھ ان بادشاہوں کے تعارف سے اندازہ ہو جائے گا کہ شاہ صاحب کو جن سیاسی حالات کا سامنا کرنا پڑا‘ اُن کی کیفیت کیا تھی:

(1) بہادر شاہ اول **(1707ء-1712ء)**: عالمگیر کے پانچ بیٹوں میں سے دو بیٹے تو اس کی زندگی ہی میں فوت ہو چکے تھے۔ شہزادہ معظم نے اپنے دو بھائیوں اعظم اور کام بخش کو قتل کر کے تخت حاصل کر لیا اور بہادر شاہ اول (شاہ عالم اول) کا لقب اختیار کر کے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ تخت نشینی کے وقت بہادر شاہ کی عمر 63 سال تھی۔ اس میں زوال پذیر سلطنت کو مستحکم بنانے کی صلاحیت نہ تھی۔ اُس نے امورِ ملکی سے یکسر تغافل برتنا شروع کر دیا‘ اس لئے لوگ اسے ”شاہِ بےخبر“ کے لقب سے یاد کرنے لگے تھے۔

بہادر شاہ اول کے پانچ سالہ دورِ حکومت میں بندہ بیراگی سکھوں کا رہنما تھا۔ اس نے پنجاب میں زبردست تباہی پھیلا رکھی تھی۔ اس کی قیادت میں سکھوں اور لٹیروں نے مسلمانوں پر قیامت ڈھادی۔ انہوں نے سرہند پر قبضہ کر کے تمام مساجد کو شہید کرنے کے ساتھ تمام مسلمان مردوں‘ عورتوں اور بچوں کو نہایت وحشیانہ طور پر ذبح کر ڈالا۔ بہادر شاہ بذاتِ خود ایک لشکر لے کر مقابلے میں آیا اور سکھوں کو شکست دی۔ بندہ بیراگی بھاگ کر پہاڑوں میں روپوش ہو گیا اور بہادر شاہ اپنے دامن میں یہ واحد نیکی سمیٹ کر 1712ء میں فوت ہوا۔

(2) جہاندار شاہ **(1712ء-1713ء)**: یہ اپنے باپ کے چار بیٹوں میں سب سے زیادہ نالائق اور بدکردار تھا۔ بہادر شاہ کے وزیر ذوالفقار خان کے تعاون سے اپنے تین بھائیوں کو موت کے گھاٹ اتار کر تخت نشین ہوا۔ وہ نہایت آبرو باختہ حکمران تھا۔ ایک طوائف لال کنور نامی سے تعلقات تھے۔ اکثر اس کے مکان پر پہنچ جاتا۔ بعض اوقات اُسے بدمستی کے عالم میں دیکھ کر لال کنور کے بھائی بادشاہ کے بال پکڑ کر رخساروں پر طمانچے مارتے تھے۔ جہاندار شاہ نے صرف گیارہ ماہ حکومت کر کے شاہی خزانہ خالی کر دیا۔ فرخ سیر کے حکم پر اُسے اور اس کے مربی ذوالفقار خان کو قتل کر دیا گیا۔

(3) فرخ سیر **(1713ء-1719ء)**: وہ بہادر شاہ اول کا پوتا تھا۔ جہاندار شاہ کے قتل کے بعد تیس سال کی عمر میں دو سید بھائیوں کے تعاون سے تخت نشین ہوا۔ ان میں سے ایک سید حسین علی بہار کا صوبیدار اور دوسرا سید عطا اللہ الٰہ آباد کا صوبیدار تھا۔ یہ دونوں ”بادشاہ گر“ کہلاتے تھے۔

فرخ سیر نے سید برادران سے نجات حاصل کرنے کی بہت کوشش کی‘ لیکن ناکام رہا۔ آخر سید برادران نے تنگ آ کر اس کے محل کا محاصرہ کر لیا اور محل میں گھس کر فرخ سیر کو خوب مارا۔ قید کیا‘ کئی روز تک بھوکا پیاسا رکھا اور اندھا کرنے کے بعد فروری 1719ء میں ہلاک کر دیا۔

(4) نیکوسیر: سید بھائیوں نے اسے بادشاہ بنایا‘ لیکن تین ماہ کے بعد ہی برطرف کر دیا۔

(5) رفیع الدرجات: اب سید بھائیوں نے مدقوق اور بیمار شہزادے رفیع الدرجات کو بادشاہ بنایا اور چار ماہ کے بعد اُسے بھی معزول کر دیا۔

(6) رفیع الدولہ: یہ بھی دق کا مریض تھا۔ سید بھائیوں نے اسے بھی تخت پر بٹھایا۔ یہ صرف تین ماہ تک بادشاہ رہا اور 17 ستمبر 1719ء کو فوت ہو گیا۔

(7) محمد شاہ رنگیلا **(1719ء-1748ء)**: دونوں سید بھائی شہزادہ روشن اختر کو تخت نشینی پر آمادہ کرنے کی غرض سے محل میں پہنچے تو اس کی ماں نے عاجزی سے کہا: ”میری بیوگی پر رحم کرو اور اس یتیم کی بجائے کسی دوسرے شخص کو بادشاہ بنا دو۔“ سید بھائیوں نے شہزادے کی یتیمی پر رحم نہ کھاتے ہوئے اُسے محمد شاہ کے لقب سے سرفراز کر کے تخت پر بٹھا دیا۔ محمد شاہ نے اپنی والدہ کی فراست اور حکمتِ عملی سے سید بھائیوں کا خاتمہ کر دیا‘ لیکن اس کے بعد عیش میں ایسا غرق ہوا کہ تاریخ میں ”محمد شاہ رنگیلا“ کے نام سے مشہور ہوا۔ اُس کے دربار میں ہمہ وقت سینکڑوں عورتیں محوِ رقص رہتی تھیں۔ محمد شاہ کی غفلت اور عیش پرستی کے نتیجے میں کئی صوبے خود مختار ہو گئے اور 1739ء میں نادر شاہ نے حملہ کر کے اور دارالسلطنت دہلی کی اینٹ سے اینٹ بجا کر اور اہل شہر کا قتلِ عام کر کے مغلیہ سلطنت کے رہے سہے وقار کا بھی خاتمہ کر دیا۔ نادر شاہ کی لوٹ مار اور قتلِ عام کے ایک عینی شاہد شاہ ولی اللہ بھی تھے۔ اُس وقت وہ سولہ سال کے بالغ نظر اور حساس طبع لڑکے تھے۔

(8) احمد شاہ **(1748ء-1754ء)**: 1747ء میں نادر شاہ کو قتل کر دیا گیا۔ اگلے برس 1748ء میں محمد شاہ کا انتقال ہو گیا اور اس کا اکلوتا فرزند احمد شاہ تخت نشین ہوا۔ وہ اپنے رنگیلے باپ سے بھی زیادہ رنگیلا تھا۔ وہ ایک ایک مہینے تک مسلسل اپنے عشرت کدے سے باہر نہ نکلتا تھا اور ہمہ وقت حرم کی دل نوازیوں میں مشغول رہتا تھا۔ بالآخر بعض امراء نے اُسے اندھا اور معزول کر کے قتل کر دیا۔

(9) عالمگیر ثانی **(1754ء-1759ء)**: امراء نے اب

جہاندار شاہ کے بیٹے کو عالمگیر ثانی کے لقب سے تخت پر بٹھا دیا۔ عالمگیر ثانی بہت نیک طینت بادشاہ تھا۔ اس کے عہد میں احمد شاہ ابدالی نے برصغیر پر دوسری بار حملہ کیا۔ 1759ء میں عالمگیر ثانی کو سازش کر کے قتل کر دیا گیا۔

10) محی السنۃ بن کام بخش: چند ماہ حکمرانی کر کے فوت ہو گیا۔

(11) شاہ عالم ثانی (1759ء-1806ء): عالمگیر ثانی کے قتل کے وقت اُس کا بیٹا شہزادہ علی گوہر پٹنہ میں مقیم تھا۔ اُس نے پٹنہ ہی میں شاہ عالم ثانی کا لقب اختیار کر کے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا اور اودھ کے حاکم شجاع الدولہ کو اپنا وزیر بنایا۔ اس کے عہد میں 1761ء میں (شاہ ولی اللہ کی وفات سے ایک سال پہلے اور انہی کی ترغیب و تحریک پر) احمد شاہ ابدالی نے ہندوستان پر اپنا آخری حملہ کیا اور یہاں سے واپسی پر اُس نے شاہ عالم کو ہندوستان کا بادشاہ تسلیم کر لیا۔ 1764ء میں بکسر کے مقام پر شاہ عالم کی فوجوں کو انگریزوں نے شکست دی اور اس نے بنگال و بہار کی دیوانی انگریزوں کے حوالے کر دی۔ اس کے بعد اس نے خود کو مرہٹوں کی پناہ میں دے دیا اور الہ آباد اور کڑہ کے اضلاع اُن کے حوالے کر دیئے۔ بادشاہ پورے دس برس کے بعد 1771ء میں الہ آباد سے دہلی آیا۔ وقت گزر چکا تھا' اس لئے وہ احمد شاہ ابدالی کی عظیم الشان فتح اور مرہٹوں کی شکست سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکا۔ وہ یہاں آ کر نئے فتنوں' امراء کے جوڑ توڑ' روہیلوں کی نئی طاقت اور سکھوں کے حملوں سے دوچار ہوا۔ بالآخر 1788ء میں غلام قادر روہیلہ نے دہلی پر قبضہ کر لیا۔ شاہی محل لوٹا۔ شہزادیوں کو کوڑے لگوائے اور مغل شہنشاہ کی آنکھیں نوکِ خنجر سے نکال لیں۔ اگلے سال سندھیا نے غلام قادر کو بڑے دردناک طریقے پر قتل کیا اور شاہ عالم کو دوبارہ تخت پر بٹھایا۔ نو لاکھ روپے سالانہ اُس کے اخراجات کے لئے مقرر کیا۔ متعدد لڑائیوں کے بعد 1803ء میں لارڈ لیک انگریزی فوج کے ساتھ دہلی میں داخل ہوا۔ مرہٹوں کو نکال دیا اور بادشاہ کی پنشن ایک لاکھ روپیہ سالانہ مقرر کر دی۔ شاہ عالم 45 برس تخت نشین اور 18 سال نابینا رہ کر 1806ء میں راہیٔ ملکِ بقا ہوا۔

عالمِ اسلام کی حالت:

یہ تو تھی شاہ ولی اللہ کی ساٹھ سالہ زندگی کے دوران ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی حالت۔ شاہ صاحب کی زندگی میں سلطنتِ عثمانیہ کا بھی لگ بھگ یہی حال تھا۔ 60 برسوں میں سلطنتِ عثمانیہ میں پانچ سلاطین آئے اور گئے' لیکن اہم مدت یعنی شاہ صاحب کے آخری پانچ سال مصطفیٰ ثالث کے عہد میں گزرے۔ اُن کے زمانے میں سلطنتِ عثمانیہ اور روس کے درمیان جنگ چھڑی۔ سلطنتِ عثمانیہ کو اس جنگ میں شکست ہوئی' جس میں روس کا کوئی کارنامہ نہ تھا۔ شاہ صاحب کا عہدِ شباب تھا کہ سلطنتِ عثمانیہ میں مطبعوں (پرنٹنگ پریس) کا رواج ہوا اور پہلا مطبع قسطنطنیہ میں قائم ہوا۔ اسی عہد میں نجد و حجاز میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کی تحریک نے فروغ پایا۔

شاہ صاحب نے جب حجاز کا سفر کیا اور حرمین شریفین میں طویل قیام فرمایا تو اُس وقت سلطان محمود اول کی سلطنت و خلافت کا زمانہ تھا۔ اس وقت حجاز میں سلطنتِ عثمانیہ کے نائب امیر حجاز (جو شریف مکہ کہلاتے تھے) محمد بن عبداللہ والیٔ حجاز تھے۔ ان کا زمانہ خانہ جنگیوں اور امارت کے لئے خاندانی کشمکش کا زمانہ تھا۔ بدامنی' بدوؤں کی غارت گری اور بدانتظامی کی شکایت عام تھی۔ شاہ صاحب نے ان غیر اطمینان بخش حالات کو اپنی چشمِ بصیرت سے دیکھا بھی ہو گا اور دینی حمیت سے معمور قلب سے محسوس بھی کیا ہو گا۔

ایران میں صفوی خاندان کی سلطنت پر دو صدیاں گزر چکی تھیں اور قانونِ قدرت کے مطابق اس پر زوال کا وہ دور آ گیا تھا جو فلسفی اور مورخ ابن خلدون کے بقول "آنے کے بعد جانے کا نام نہیں لیتا"۔ اس حالت کو دیکھ کر ہمسایہ ملک افغانستان نے فائدہ اٹھایا اور اپنے حوصلہ مند حکمران محمود خان غلزئی کی قیادت میں ایران پر حملہ کیا اور اصفہان کو فتح کر لیا۔ اس کے ساتھ ہی روس کے فرماں روا پیٹر اعظم نے ایران کے شمالی اضلاع پر قبضہ کر لیا۔ دولتِ صفویہ زوال سے دوچار تھی' سارے ملک میں انتشار اور بحران کی حالت تھی۔ نادر شاہ نے اس صورت حال سے فائدہ اٹھا کر ایک نئی عسکری طاقت کی تنظیم کی۔ افغانوں کو ایران سے بے دخل کیا۔ روسیوں کے ساتھ آبرومندانہ صلح کی۔ 1737ء میں خاندان صفویہ کا خاتمہ ہو گیا۔ نادر شاہ اس وقت ایران کا واحد تاجدار تھا۔

افغانستان کا ایک حصہ اٹھارہویں صدی سے پیشتر ایران کے ماتحت تھا' دوسرا حصہ ہندوستان کے ماتحت اور تیسرے حصے پر بخارا کے خوانین حکمران تھے۔ 1706ء میں قندھار آزاد اور خود مختار ہو گیا۔ 1737ء میں نادر شاہ نے افغانوں کو قندھار کی حکومت سے بے دخل کیا اور افغانستان اور شمال مغربی ہندوستان پر قبضہ کر لیا۔ نادر شاہ کے قتل پر اس کے ایک معتمد احمد شاہ نے افغان صوبوں کی عنانِ حکومت سنبھال لی۔ وہ ابدالی قبیلے کی درانی شاخ سے تعلق رکھتا تھا۔ اس نے درانی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ اس کی وفات پر افغان سلطنت مشرقی ایران' پورے افغانستان' مکمل بلوچستان اور مشرقی سمت میں کشمیر اور پنجاب پر مشتمل تھی۔ وہ حقیقتاً اٹھارویں صدی کی عبقری شخصیتوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس نے محمود غزنوی کی طرح ہندوستان (پاکستان) کو اپنی ترک تازیوں کا میدان بنایا۔ وہ 23 اکتوبر 1772ء کو قندھار میں فوت ہوا۔

شاہ ولی اللہ کی پوری زندگی اور اُن کی ولی اللٰہی تحریک سلطنتِ عثمانیہ' نادر شاہ ایرانی' احمد شاہ ابدالی اور نجد و حجاز کے مصلح عبدالوہاب کی وہابی تحریک کے ساتھ ساتھ پروان چڑھی۔ شاہ صاحب کی حیاتِ مقدسہ' اُن کی زبردست اصلاحی و تجدیدی کاوشوں' قربانیوں اور کارہائے زریں کا احوال آئندہ شمارے سے شروع ہو گا۔ (جاری ہے)

Congratulations

Congratulations for "Nazim-e-Ijtima" Mirza Ayyub Baig and his team for the excellent management during congregation. Every thing about his management was appreciateable not even a single incident of mismanagement was found from first to the last day. We are thankful to him and his companions from the deepest corners of our heart for the peaceful atmosphere he provided us during congregation. Here I would like to say some thanks giving word for respected Iqtedar Ahmed (late) too whose "Firdousi Farm" is "Firdous" (Paradise) in its real sense. God bless him with a lot better Paradise than the one he gifted to us for our Congregational activities.

Nadir Aziz Randhawa, Gujrat

تربیت گاہوں کا شیڈول

6تا12اپریل2003ء	ملتزم	مرکزی دفتر تنظیم اسلامی' گڑھی شاہو' لاہور
4تا10مئی2003ء	مبتدی	مرکزی دفتر تنظیم اسلامی' گڑھی شاہو' لاہور

”لیفٹ اوور“

یہ غالباً ۱۹۹۷ء کی بات ہے کہ CNN نے انڈین ٹی۔وی ایشیاء کے تعاون سے ایک ویڈیو کلپ دکھایا تھا جس میں انڈین ٹی۔وی کے اینکر مین روی کانت نے فخریہ انداز میں کراچی میں ایک سیاسی گروپ کو اپنا ایک ساتھی دفنانے کے بعد ترنگا لہراتے دکھایا۔ دوسرے لفظوں میں امریکی ٹی۔وی نے یہ اعتراف کیا کہ کراچی میں ”را“ سرگرمِ عمل ہے اور امریکہ اس کی پشت پناہی کو ہمہ وقت موجود!

دیگر اسلامی ممالک کو عموماً اور پاکستان کو خصوصاً امریکی میڈیا تضحیک کا نشانہ بناتا رہتا ہے۔ پاکستان کو میڈیا نے کچھ یوں پورٹریٹ کیا ہے کہ عام امریکی پاکستان کو ایک انتہائی غیر محفوظ، پسماندہ اور بے چارہ ملک تصور کرتے ہیں۔

یوں تو دنیا بھر میں عراق کے خلاف ممکنہ امریکی جارحیت روکنے کے لئے آئے دن مظاہروں کا سلسلہ جاری ہے لیکن جیسے ہی قاضی حسین احمد نے ملین مارچ کا اعلان کیا جماعتِ اسلامی کی ناظمہ کے گھر میں چھاپا پڑ گیا اور وقوعے کے روز سے اب تک امریکن نیوز چینلز نے تواتر کے ساتھ ناظمہ کا CNN کو دیا گیا انٹرویو اور چھاپے کے بعد ان کے گھر کا جو حشر ہوا اسے دکھانے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے کہ پوری دنیا کی نظریں مشکوک انداز میں جماعتِ اسلامی کی طرف مرکوز کرانے کا یہ مخصوص امریکی حربہ ہے اور میڈیا اس بات کو تب تک اچھالے گا جب تک بچہ بچہ اس جماعت سے منفی طور پر واقف نہ ہو جائے۔ آج وطنِ عزیز پاکستان اور اندرون اور بیرونِ ملک مقیم تمام پاکستانی قوم صحیح معنوں میں ہاٹ واٹر میں کھڑی ہوئی ہے۔ امریکہ میں سالوں سے آباد غیر یا نیم قانونی پاکستانیوں کے لئے صرف دو راستے امیگریشن حکام نے متعین کر چھوڑے ہیں ”جیل یا واپسی“۔ ان دو میں سے ایک کا انتخاب بھی بعض صورتوں میں بصورتِ جیل برآمد ہو رہا ہے۔ نہ صرف مرد بلکہ کئی پاکستانی خواتین باقاعدہ ہتھکڑیاں لگا کر نامعلوم سمتوں کی طرف لے جائی گئی ہیں۔ یہ سلوک اس امت کی خواتین کے ساتھ ہو رہا ہے جس میں کبھی امیر البحر خیر الدین باربروسہ جیسے شیر گرجتے پھرتے تھے۔ اس ترکی امیر البحر نے اپنی رعایا کی ایک خاتون پر اٹھنے والے ایک فرنگی سردار کا ہاتھ کٹوا کر اس کا سانچہ بنا کر یورپ کے تمام بڑے شہروں اور اپنے ملک کے ہر گوشے میں پہنچایا تھا تاکہ آئندہ کسی مشرک کا ہاتھ خاتونِ مسلم تک نہ پہنچ سکے۔ لیکن یہ اس وقت کی بات ہے جب ہم تخت پر براجمان تھے جبکہ آج تو ہمارے لئے صرف تختہ ہی رہ گیا ہے۔

اس وقت جبکہ کینیڈا کی سرحد پر کھڑے سینکڑوں پاکستانی شدید بدحالی کا شکار ہیں اور نیویارک ٹائمز جیسے متعصب اخبار نے بھی اپنی ایک رپورٹ میں پاکستانیوں کی امیگریشن قوانین کے ہاتھوں اس حالتِ زار کو انسانی المیہ قرار دیا ہے۔ دوسری طرف بش ببانگِ دہل یہ کہتا پھر رہا ہے کہ ایشیاء میں اسلامی گروپوں کے اس خواب کو پورا نہیں ہونے دیں گے کہ وہ پورے ایشیاء پر اسلامی حکومت قائم کریں اور پاکستان بھی قربانی کے بکرے کی مانند اپنی باری کا منتظر ہے اور پاکستانی ”زندہ دل قوم“ انجام سے بے خبر بسنت، ویلنٹائن ڈے اور اب کرکٹ منا رہی ہے۔ مختلف جشن منانے میں ہم ماہرین کی ایک ایسی قوم کہلائے جانے کے مستحق ہیں جو سوائے اللہ کو منانے کے اور باقی سب کچھ مناتی ہے۔

رعنا ہاشم خان

آزادی حاصل ہو جانے کے باوجود ہماری مثال اس پرندے کی سی ہے جو پنجرے سے اڑا دیئے جانے کے باوجود موقع ملتے ہی دوبارہ پنجرے میں جا گھستا ہے اور خود کو آزاد گردانتا ہے۔ آزاد قوم ہونے کے ناطے آج ہم خود پر اپنی روایات و اقدار کو لاگو کرنے کے بجائے مغربی اور ہندو ”لیفٹ اوور Leftover“ پر جیئے چلے جا رہے ہیں۔ ان ہی میں سے ایک برٹش لیفٹ اوور کرکٹ ہے جس کا پاکستان جیسے غریب ملک میں کھیلا جانا اور اس شان سے کھیلا جانا کہ صلاحیت سے محروم کرکٹ ٹیم کی ٹریننگ کے لئے گزشتہ کئی سالوں سے سوا لاکھ روپے روزانہ کا کوچ مقرر ہے۔ حالانکہ یہ ٹیم تو اس قابل ہے کہ اس کو جوتوں کی دکان پر رکھوا کر کیچ پکڑنے کی پریکٹس کرائی جاتی۔ ہمیں ملین ڈالرز قرضے کے بوجھ تلے دبی پاکستانی قوم کی ان تمام جیالوں سے دلی ہمدردی ہے جنہوں نے کروڑوں روپے کی لاگت سے ٹیم کو الوداعی تقریب میں ہیرو بنا کر میوزک کے سائے تلے رخصت کیا اور ناقص کارکردگی کا مظاہرہ کرنے والی یہ ٹیم اسی طرح سر جھکائے وطنِ عزیز کو واپس لوٹے گی جس طرح پہلی گیند پر کلین بولڈ ہو جانے والا بیٹسمین سر جھکائے پویلین کو لوٹتا ہے۔

ہماری ناعاقبت اندیشی ملاحظہ ہو کہ مناتے ہندو تہوار بسنت ہیں اور اس دھوم سے مناتے ہیں کہ انڈین پریس کو لکھنا پڑا کہ ہمارا دم توڑتا تہوار پاکستان میں زندہ کیا جا رہا ہے۔ جبکہ دوسری طرف انڈیا سے ورلڈ کپ جیتنے کا سہانا خواب بھی دیکھتے ہیں۔ اور ورلڈ کپ کا حال یہ ہے کہ ان مقابلوں میں پاکستان اور بھارت ۱۹۹۲ء سے لے کر اب تک چار مرتبہ آمنے سامنے آ چکے ہیں اور چاروں مرتبہ کامیابی بھارت نے حاصل کی۔ ورلڈ کپ پر ہی کیا موقوف بھارت نے اور میدانوں میں بھی ہمارے مقابلے میں ہمیشہ کامیابی حاصل کی ہے جسکی ایک مثال مغربی لیفٹ اوور ویلنٹائن ڈے کو ٹھوکر سے اڑا دینا ہے۔ لیکن ہم ہیں کہ ہر سال مزید ایک قدم آگے بڑھ جاتے ہیں کہ نہ صرف کرکٹ کے معاملے میں ہمارا دل مانگے ایک کپ بلکہ ہر معاملے میں یہی صورتِ حال دیکھی جا سکتی ہے۔

اس سال امریکہ میں ویلنٹائن ڈے کو محدود طریقے پر منانے اور خاندانی سطح پر منائے جانے کے سلسلے میں کامیاب پیش رفت ہوئی ہے۔ بچوں کو اسکولوں میں پورا سال یہ سکھایا جاتا رہا کہ ویلنٹائن گفٹ کے اصل حقدار والدین، بہن بھائی اور معذور افراد ہوتے ہیں۔ کئی اسکولوں میں ۱۴ فروری کو چھٹی کے وقت فائر الارم بجائے گئے تاکہ طلبہ و طالبات اسکول سے فوراً باہر نکل جائیں اور ایک دوسرے کے ساتھ تحائف کا تبادلہ نہ کر سکیں۔ ہم اگر اسی طرح لیفٹ اوور کو ویلکم کرتے رہے تو جلد ہی بھارت اور مغربی ممالک اپنے اسکولوں میں طالب علموں کو بتایا کرینگے کہ یہ ہمارے چھوڑے ہوئے تہوار ہیں جو پاکستانی قوم نے حرزِ جاں بنا رکھے ہیں۔ جبکہ ہم اپنے بچوں کو یہ بتایا کرینگے کہ ہمارے نصیب میں ہتھکڑیاں اور چھاپے اس جرم کی پاداش میں لکھے گئے کہ ہمیں مشرک قوموں کا جھوٹا یعنی لیفٹ اوور کھانے کی عادتِ بد لاحق ہو گئی ہے!

دعائے مغفرت

تنظیم اسلامی کراچی سوسائٹی کے رفیق محترم اسلم پرویز صاحب کی والدہ رحلت فرما گئیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے۔ آمین

دعائے مغفرت

سینئر رفیق تنظیم جناب عبد الواحد عاصم کے برادرِ عزیز عبد الباری، ٹوبہ ٹیک سنگھ میں 10 مارچ کو قضائے الٰہی سے انتقال کر گئے۔ رفقاء و احباب سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ وادخلہ فی رحمتک وحاسبہ حسابا یسیرا

اسلام میں عورت کے چہرے کا پردہ

تحریر: عبدالمجیب، سابق مشیر حکومت سعودی عرب

16 جنوری 2003ء کے روزنامہ ''جنگ'' کراچی میں جناب ارشاد احمد حقانی نے عنوانِ بالا کے تحت اپنے گزرے ہوئے دو کالموں (28 اور 29 نومبر 2002ء) کے تسلسل میں تیسری مرتبہ بھی ایک اسکالر جناب طارق جان کی تحریر پیش کی ہے۔ حیرت ہے کہ انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز، اسلام آباد کے مذکورہ بالا سینئر اسکالر نے اس تازہ اور آخری قسط کا اختتام ایک غلط بیانی پر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ''آئمہ اربعہ امام ابوحنیفہؒ، شافعیؒ، مالکؒ اور حنبلؒ چہرے کے پردے کو ضروری نہیں سمجھتے''۔ اس جھوٹ کی تردید میں صرف اتنا بتانا ہی کافی ہوگا کہ سعودی عرب میں جہاں بیک وقت دو فقہ (مالکی اور حنبلی) رائج ہیں وہاں عورت کے چہرے کا پردہ نافذ العمل ہے۔ ویسے اسلام کے پانچ مستند مکاتبِ فکر ہیں یعنی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اور اہلحدیث جن میں سے صرف کچھ حنفی فقہاء چہرے کے پردے کو ضروری نہیں سمجھتے۔ لہٰذا امر واقعہ یہ ہے کہ علماء و فقہاء کی عظیم اکثریت حجاب و نقاب کو قرآن کا حکم تسلیم کرتی ہے۔ جو اقلیتی علماء اس کو ضروری نہیں سمجھتے وہ بھی یہ ضرور مانتے ہیں کہ عورت کا احرامِ حج و عمرا اس کا ''کھلا چہرہ'' مقرر ہے۔ اب اگر چہرہ معمولاً کھلا ہوتا تو خصوصی حکمِ احرام بے معنی نہیں ہو جاتا؟ پھر خاتمۂ احرام کی واحد نشانی بھی یہ ہے کہ ''کھلا چہرہ'' پھر سے معمول کے مطابق ''با نقاب چہرہ'' ہو جائے۔ مزید برآں یہ اقلیتی علماء اُس مشہور فرمانِ نبویؐ کو بھی مانتے ہیں کہ مردِ مسلمان جس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے اس کو ایک مرتبہ دیکھ لے۔ ظاہر ہے کہ یہ ہدایتِ نبوی بھی اسی لئے تو دی گئی ہے کہ مسلم خواتین معمولاً اور حکماً با نقاب ہوتی ہیں۔ ان حقائق کے پیشِ نظر صحیح بات یہ ہے کہ قرآنی حکم حجاب پر بالفعل اتفاقِ کامل ہے۔ لہٰذا اجماعِ امت عورت کے چہرے کے پردے پر ہے نہ کہ اس کی بے پردگی پر کہ جس کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ خرد کا نام جنوں رکھ دیا، جنوں کا خرد۔

اس تازہ ترین مضمون نمبر 3 میں دوسرا مغالطہ یہ ہے کہ ''ایک طرف وہ (قدامت پرست) چہرے کو چھپانے کا کہتے ہیں کیونکہ وہ دوسروں کے لئے باعثِ کشش ہے لیکن آنکھیں جو سب سے زیادہ متاثر کرتی ہیں انہیں کھلا رکھنے کی اجازت دیتے ہیں''۔ مضمون نگار ذرا اتنا ہی بتا دیں کہ ایک چیچک زدہ شکل پر نرگسی آنکھیں ان کو کتنا متاثر کریں گی؟ چہرے کا حسن تو مجموعہ ہوتا ہے رنگت، عارض، ناک، ہونٹ، جبیں بھنویں اور آنکھوں کے امتزاج کا۔ صرف آنکھوں سے وہ صنفی کشش پیدا نہیں ہو سکتی جو پورے چہرے سے ہوتی ہے۔ اس لئے اسلام (قرآن) نے چہرے پر حفاظتی پہرا لگایا ہے نہ کہ آنکھوں پر۔ اس تیسری قسط میں تیسرا مغالطہ یہ دیا گیا ہے کہ ''قرآن کے کسی لفظ کے معنی کے تعین میں لغت کو اوّلیت حاصل ہے اس کے بعد خود قرآن کا متن اور رسولؐ کے ارشادات مبارکہ ہیں۔ جبکہ درست بات یہ ہے کہ اوّلیت لغت کے بجائے متنِ قرآن کو حاصل ہے، پھر متن کا سیاق و سباق (جس کا ذکر ہی نہیں ہے)، اس کے بعد لغت اور ارشاداتِ رسولؐ ہیں۔ معنی کے تعین کے لئے ان چار عناصر کی بیان کردہ ترجیحی ترتیب میں الٹ پھیر وہ ہی لوگ کیا کرتے ہیں جو۔

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں

جہاں تک اصل تحریر (پہلی دو اقساط) کا تعلق ہے تو وہ خلط مبحث کا شاہکار ہے کیونکہ اس میں قرآن کے احکامِ ستر اور احکامِ حجاب و نقاب کو خلط ملط کر کے ایک دوسرے سے متصادم گردانا ہے۔ بنیادی بات تو یہ ہے کہ عورت کے لئے احکام ستر الگ ہیں جو سورۂ نور کی آیت 31 میں ہیں اور احکامِ حجاب و نقاب الگ ہیں جو سورۂ احزاب کی آیات 53 اور 59 میں ہیں۔ احکامِ ستر کا تعلق گھر کے اندر اپنے محرموں (باپ، بھائی، بیٹا، چچا، ماموں، خسر وغیرہ) کے درمیان عام جسمانی پردے سے ہے جبکہ احکامِ حجاب گھر سے باہر نامحرموں سے ایک زائد اور اضافی چہرے کے پردے سے ہے۔ ان حقائق کو نظر انداز کر کے جناب محقق نے یہ بے جا سوال اٹھایا ہے کہ ''کیا سورۂ نور (آیت 31) کا نزول اس لئے تھا کہ وہ سورۂ احزاب (آیت 59) سے متصادم ہو؟ اگر یہ بات نہیں تو کیا پھر یہ نسخ و منسوخ کا مسئلہ ہے۔ اگر ایسا ہے تو بتایا جائے، اگر نہیں تو پھر سوال یہ ہے کہ کیا قرآنی احکامات (نعوذ باللہ) ترتیب اور نظم سے محروم ہیں؟ تعجب ہے کہ سائل لاعلم ہے کہ نظم و ترتیب قرآن کا ہی تو یہ اعجاز و کمال ہے کہ پورے قرآن کی ترتیب نزولی نہیں، موضوعاتی ہے۔ مثلاً نزولی اعتبار سے سورۂ احزاب پہلے نازل ہوئی اور سورۂ نور بعد میں، مگر ترتیب قرآن میں سورۂ نور پہلے ہے اور سورۂ احزاب بعد میں۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ پہلے گھر کے اندر محرموں سے عورت کا پردہ (ستر) معروف و مقرر کر دیا جائے جو ماسوائے تین چیزوں (چہرہ، کلائیوں تک ہاتھ اور ٹخنوں سے نیچے پیروں) کے اس کا پورا جسم ہے، پھر گھر سے باہر نامحرموں سے اس کا ستر پر اضافی پردہ (چہرے کا) بھی متعین کر دیا جائے۔ حالانکہ حکم حجاب و نقاب سورۂ احزاب کی دو الگ الگ آیات (53 اور 59) میں بیان ہوا ہے جناب اسکالر اس کو حکمِ عام نہیں مانتے بوجہ اس کے کہ آیت 53 کا تعلق ازواج النبیؐ سے ہے اور آیت 59 کا تعلق خواتین کی وقتی پہچان سے ہے۔ اگر احکامِ قرآن میں سے یوں مستثنیات نکالنی شروع کر دی جائے تو پھر قابلِ اتباع احکام مشکل سے ہی کچھ بچ سکیں گے۔ اس نکتے کی مزید وضاحت آگے آ رہی ہے۔

اصل مضمون زیرِ نظر میں صرف آخری بات کچھ درست کہی گئی ہے اور وہ یہ کہ چونکہ عقلیت پسندی اسلامی تہذیب کا اہم ترین حصہ ہے لہٰذا احکام دین کے بارے میں روش عقلیت پسندی کی ہونی چاہئے تاکہ جامد قدامت پرستی سے بچا جا سکے۔ تاہم مکمل سچ یہ ہے کہ تعقل اور تفکر میں نہ قدامت پرستی ہو اور نہ ہی جدت پرستی، صرف ہدایت پرستی ہونی چاہئے۔ اس محکم اصول کے تحت ہی عورت کے پردے کا جائزہ لینا چاہئے۔ عقل و فکر کا اولین تقاضہ یہ ہے کہ عورت کی نازک نسوانیت کے پیشِ نظر اس کا جسمانی پردہ ''اپنوں'' سے کہیں زیادہ ''غیروں'' سے ہونا چاہئے۔ سو حکم ستر (سورۂ نور۔ آیت 31) کے مطابق اپنوں (محرموں) کے سامنے تین چیزیں (چہرہ، کلائیوں تک ہاتھ اور ٹخنوں کے نیچے پیر) کھلی ہوں باقی پورا جسم مستور ہوگا مگر حکم حجاب (سورۂ احزاب۔ آیت 53 اور 59) کے مطابق غیروں (نامحرموں) کے سامنے صرف اور صرف موخر الذکر دو چیزیں کھلی ہوں گی اور تیسری چیز (چہرہ) بھی بطور زائد پردہ کے مستور ہوگی۔ بالفاظ دیگر ستر تو وہ اعضاء ہیں جو (شوہر کے سوا) محرموں کے سامنے بھی کھولنا منع ہے اور حجاب (چہرہ) ستر سے زائد وہ ہے جو نامحرموں کے سامنے کھولنا ممنوع ہے۔ اس طرح انسانی فطرت اور عقلیت کے عین مطابق قرآن نے گھر کے اندر جتنا پردے کا دائرہ رکھا ہے اس سے بڑا پردے کا دائرہ گھر سے باہر کے لئے رکھ دیا ہے۔ اتنی سیدھی اور سادہ سی بات عقلیت کے داعی کے سمجھ میں نہیں آتی اور ان کے نزدیک مذکورہ دونوں آیاتِ حجاب محض وقتی حکم قرار پاتی ہیں۔ سورۂ احزاب کی آیت 53 میں ازواج النبیؐ کا نکاح (بحیثیت امہات المومنینؓ) نبی کے بعد ممنوع کرتے ہوئے حکم یہ ہے کہ ان مقدس ترین ماؤں

(باقی صفحہ 18 پر)

کلوننگ اور اس سے متعلقہ مسائل کی شرعی حیثیت (۲)

(گزشتہ سے پیوستہ)

حافظ مبشر حسین لاہوری

جین کلوننگ کا طریقۂ کار

جین کلوننگ کے لئے DNA کا وہ ٹکڑا یا وہ جین جس کی مزید کاپیاں (کلوننگ) کرنا مقصود ہو' اسے ایک اور DNA کے گول سالمہ جو ویکٹر Vactor کہلاتا ہے' کے اندر مصنوعی طریقے سے جوڑ دیا جاتا ہے جس کے نتیجہ میں جو مرکب سالمہ تشکیل پاتا ہے وہ Recombinant DNA کا سالمہ کہلاتا ہے۔ ویکٹر خاص طور پر جین کو میزبان خلیہ کے اندر منتقل کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ یہ میزبان خلیہ عام طور پر بیکٹریم ہوتا ہے مگر بیکٹریا کی بجائے دوسرے زندہ خلیے بھی اس کے لئے استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ میزبان خلیے میں ویکٹر کی تقسیم ہوتی ہے اور اس طرح میزبان خلیہ نہ صرف اپنے جیسے بے شمار دوسرے خلیے بنا لیتا ہے بلکہ وہ جین جو اس کے اندر ڈالی گئی ہوتی ہے اس کی بھی ہو بہو نقول بن جاتی ہیں اور یہی نقول ''کلون'' کہلاتی ہیں۔ گویا جین کلوننگ میں مختلف خصوصیات کے جین حاصل کر کے انہیں دوسرے جانداروں کے خلیوں میں منتقل کیا جاتا ہے تاکہ انسانی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے مطلوبہ خصوصیات کے حامل پودے اور جانور حاصل کئے جا سکیں۔ پودوں کے چند فوائد اس سے قبل ذکر کئے جا چکے ہیں اور اب جینیاتی کلوننگ کے ذریعے پیدا کئے جانے والے جانوروں کے اہم فوائد تحریر کئے جاتے ہیں۔

حیوانی کلوننگ کے فوائد

i) مذکورہ حیاتیاتی تکنیک کے ذریعے ایسی دودھ دینے والی گائے اور بھیڑیں وجود میں آ چکی ہیں جن کے دودھ میں انسانی لحمیات موجود ہوتی ہیں۔ یہ لحمیات براہ راست بھی استعمال کی جا سکتی ہیں اور انہیں بآسانی دودھ سے الگ کر کے بھی استعمال کے قابل بنایا جا سکتا ہے۔

ii) چند سال پہلے تک بہت ساری بیماریوں کے علاج کے لئے مطلوبہ ادویات بھیڑ بکریوں اور سور وغیرہ سے بنائی جاتی تھیں مثلاً ذیابیطس کے مریضوں کے لئے انسولین بھیڑ بکریوں یا سور کے لبلبے سے حاصل کی جاتی تھی۔ کسی اور دوائی کے نہ ہونے کی وجہ سے یہی بہت بڑی غنیمت تھی مگر اس کے دو مضرات تھے۔ ایک یہ کہ چونکہ یہ جانوروں سے حاصل کی جاتی تھی اس لئے بہت سارے مریضوں کو یہ موافق نہیں آتی تھی اور اکثر الرجی ردعمل Allergic Reaction کی شکایت رہتی تھی اور دوسرا یہ کہ یہ ادویات کافی مہنگی پڑتی تھیں جبکہ اب جینیاتی انجینئرنگ سے یہ ممکن ہو گیا ہے کہ انسولین کا انسانی جین بیکٹریم کے اندر ڈال کر انسولین حاصل کی جا سکے۔ یہ انسولین جسے ہیومولن Humulin کہا جاتا ہے' نہ صرف انسانوں کے عین موافق ہے بلکہ پہلی دوائیوں کی نسبت سستی بھی ہے کیونکہ یہ انسولین حاصل کرنے کے لئے بھیڑ بکریاں وغیرہ ذبح بھی نہیں کرنا پڑتیں بلکہ انسولین کا جین خون میں موجود سفید خلئے میں سے الگ کر لیا جاتا ہے اور پھر پلازمڈ میں ڈال کر بیکٹریم میں ڈال دیا جاتا ہے باقی کا کام بیکٹریم خود بخود کرتا اور ہمیں انسولین بنا کر دے دیتا ہے۔ اس طریقہ کار سے بہت ساری ادویات سستی اور بآسانی تیار کی جا چکی ہیں۔

iii) جینیاتی انجینئرنگ کی مدد سے طب وزراعت کے علاوہ صنعتی میدان میں بھی بے شمار فوائد حاصل کئے جا سکتے ہیں مثلاً:

ا) بہت سارے کیمیکل جنہیں کیمیائی طریقۂ کار سے بنایا جاتا ہے' اب سستے داموں بآسانی بنائے جا سکتے ہیں۔ مثلاً (Polyethylene Giycol) جس کا استعمال ہماری بہت ساری مصنوعات کا حصہ ہے' جینیاتی انجینئرنگ سے جلدی اور کافی سستا بنایا جا سکتا ہے۔

ب) تیل کی تلاش کے دوران بعض اوقات تیل گاڑھا ہونے کی وجہ سے تیل کے کنویں بند کر دیئے جاتے ہیں کیونکہ وہاں سے تیل نکالنا معاشی نکتہ نظر سے زیادہ مفید ثابت نہیں ہوتا۔ ان حالات میں ایسے بیکٹیریا تیار کئے جا سکتے ہیں جو تیل کی لمبی ہائیڈروجن زنجیروں کو توڑ کر چھوٹی زنجیروں میں تبدیل کر دے اور اس طرح تیل کے پتلا ہو جانے کی وجہ سے اسے بآسانی انہی کنوؤں میں سے نکالا جا سکتا ہے۔

ج) ماحولیاتی آلودگی کو صاف کرنے کے لئے جینیاتی طریقہ سے تیار شدہ بیکٹیریا سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ اس عمل کو Bioremediation کہا جاتا ہے۔

حیوانی کلوننگ کی ترقی یافتہ شکل

اس سے مراد حیوانی کلوننگ کی وہ شکل ہے جس میں دو حیوانوں کے غیر جنسی خلئے مصنوعی طریقہ سے حاصل کر کے ملائے جاتے ہیں پھر بارآور ہونے کے بعد اسے مادہ حیوان کے رحم میں رکھ دیا جاتا ہے جہاں سے ارتقائی مراحل کے بعد مکمل شکل کا حیوانی بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔ پہلے یہ طریقہ مینڈکوں اور چوہوں پر کیا جاتا رہا اور اب یہ گائے اور بھیڑ بکریوں میں کیا جا رہا ہے۔ سب سے پہلے 22 فروری 1997ء کو روزلن انسٹی ٹیوٹ ایڈنبرا (سکاٹ لینڈ) کے 52 سالہ ڈاکٹر ایان ولمٹ اور ڈاکٹر کیتھ کیمبل کی زیر قیادت سائنس دانوں کی ایک ٹیم نے ڈولی نامی بھیڑ کی ایک ہو بہو نقل بنا کر دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ یہ بھیڑ کس طرح تیار کی گئی اس کی تفصیل ہم ڈاکٹر عبدالرؤف شکوری کی کتاب ''کلوننگ ایک تعارف'' (ص 69 تا 72) سے پیش کر رہے ہیں۔

1) ایک چھ سالہ مادہ بھیڑ کے پستانیہ (Udder) سے خلئے الگ کئے گئے۔ یہ خلئے غیر جنسی تھے۔ ان کو تجربہ گاہ کے اندر اس طرح کلچر کیا گیا کہ یہ خوراک سے محروم رکھے گئے تاکہ خلئے تقسیم نہ ہو سکیں۔ اس مقصد کے لئے مخصوص خوراک اور درجہ حرارت کا اہتمام کیا گیا۔ ان تمام موافق حالات میں خلیوں نے اپنی تعداد میں مائی ٹوسس کے عمل تقسیم کے ذریعے اضافہ شروع کر دیا۔ یعنی مائی ٹوسس کا عمل شروع ہو گیا' یہ ذہن نشین رہنا چاہئے کہ مائی ٹوسس کے عمل کے دوران دودھ کے غدود کے خلیوں میں تمام کروموسوم موجود ہیں' جن کی تعداد اتنی ہے جتنی کہ بھیڑ کے جسم کے کسی اور حصے میں ہوگی۔ (ماسوائے مادہ میں انڈوں اور نر میں سپرم کے) جب کافی تعداد (یا مقدار) میں خلئے تیار ہو گئے تو ان کی خوراک میں 20 گنا کمی کر دی گئی۔ خوراک کی کمی کی صورت میں تمام جینز جو پہلے خاموش یا عارضی طور پر ناکارہ ہو گئے تھے' دوبارہ کارآمد ہو گئے۔

2) دوسری بھیڑ کے انڈے میں سے مرکزہ نکال لیا گیا۔

3) اب اس انڈے (جس میں سے مرکزہ نکالا جا چکا ہے) کو پہلی بھیڑ کے دودھ کے غدود کے کلچر کئے ہوئے خلیوں سے ملا دیا گیا یا دوسرے لفظوں میں ایک دوسرے سے ضم کر دیا گیا۔ یہ ملاپ بجلی کے کرنٹ کے ذریعے کیا گیا۔ ان ضم شدہ خلیوں کو پھر ایک تیسری بھیڑ کے رحم (Uterus) میں رکھ دیا گیا۔ چونکہ تیسری بھیڑ صرف زائی گوٹ کو اپنے

اسلام میں عورت کے چہرے کا پردہ

تحریر: عبدالمجیب' سابق مشیر حکومت سعودی عرب

16 جنوری 2003ء کے روزنامہ ''جنگ'' کراچی میں جناب ارشاد احمد حقانی نے عنوانِ بالا کے تحت اپنے گزرے ہوئے دو کالموں (28 اور 29 نومبر 2002ء) کے تسلسل میں تیسری مرتبہ بھی ایک اسکالر جناب طارق جان کی تحریر پیش کی ہے۔ حیرت ہے کہ انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز' اسلام آباد کے مذکورہ بالا سینئر اسکالر نے اس تازہ اور آخری قسط کا اختتام ایک غلط بیانی پر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ''آئمہ اربعہ امام ابوحنیفہؒ' شافعیؒ' مالکؒ اور حنبلؒ چہرے کے پردے کو ضروری نہیں سمجھتے''۔ اس جھوٹ کی تردید میں صرف اتنا بتانا ہی کافی ہوگا کہ سعودی عرب میں جہاں بیک وقت دو فقہ (مالکی اور حنبلی) رائج ہیں وہاں عورت کے چہرے کا پردہ نافذ العمل ہے۔ ویسے اسلام کے پانچ مستند مکاتب فکر ہیں یعنی حنفی' شافعی' مالکی' حنبلی اور اہلحدیث جن میں سے صرف کچھ حنفی فقہاء چہرے کے پردے کو ضروری نہیں سمجھتے۔ لہٰذا امر واقعہ یہ ہے کہ علماء و فقہاء کی عظیم اکثریت حجاب و نقاب کو قرآن کا حکم تسلیم کرتی ہے۔ جو اقلیتی علماء اس کو ضروری نہیں سمجھتے وہ بھی یہ ضرور مانتے ہیں کہ عورت کا احرامِ حج و عمرہ اس کا ''کھلا چہرہ'' مقرر ہے۔ اب اگر چہرہ معمولاً کھلا ہوتا تو خصوصی حکمِ احرام بے معنی نہیں ہو جاتا؟ پھر خاتمۂ احرام کی واحد نشانی بھی یہ ہے کہ ''کھلا چہرہ'' پھر سے معمول کے مطابق ''بانقاب چہرہ'' ہو جائے۔ مزید برآں یہ اقلیتی علماء اُس مشہور فرمانِ نبویؐ کو بھی مانتے ہیں کہ مردِ مسلمان جس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے اس کو ایک مرتبہ دیکھ لے۔ ظاہر ہے کہ یہ ہدایتِ نبوی بھی اسی لئے تو دی گئی ہے کہ مسلم خواتین معمولاً اور حکماً بانقاب ہوتی ہیں۔ ان حقائق کے پیشِ نظر صحیح بات یہ ہے کہ قرآنی حکم حجاب پر بالفعل اتفاق کامل ہے۔ لہٰذا اجماعِ امت عورت کے چہرے کے پردے پر ہے نہ کہ اس کی بے پردگی پر کہ جس کا دعویٰ کیا گیا ہے۔ خرد کا نام جنوں رکھ دیا' جنوں کا خرد۔

اس تازہ ترین مضمون نمبر 3 میں دوسرا مغالطہ یہ ہے کہ ''ایک طرف وہ (قدامت پرست) چہرے کو چھپانے کا کہتے ہیں کیونکہ وہ دوسروں کے لئے باعثِ کشش ہے لیکن آنکھیں جو سب سے زیادہ متاثر کرتی ہیں انہیں کھلا رکھنے کی اجازت دیتے ہیں''۔ مضمون نگار ذرا اتنا ہی بتا دیں کہ ایک چیچک زدہ شکل پر نرگسی آنکھیں ان کو کتنا متاثر کریں گی؟ چہرے کا حسن تو مجموعہ ہوتا ہے رنگت' عارض' ناک' ہونٹ' جبیں بھنویں اور آنکھوں کے امتزاج کا۔ صرف آنکھوں سے وہ صنفی کشش پیدا نہیں ہو سکتی جو پورے چہرے سے ہوتی ہے۔ اس لئے اسلام (قرآن) نے چہرے پر حفاظتی پہرا لگایا ہے نہ کہ آنکھوں پر۔ اس تیسری قسط میں تیسرا مغالطہ یہ دیا گیا ہے کہ ''قرآن کے کسی لفظ کے معنی کے تعین میں لغت کو اوّلیت حاصل ہے اس کے بعد خود قرآن کا متن اور رسولؐ کے ارشادات مبارکہ ہیں۔ جبکہ درست بات یہ ہے کہ اوّلیت لغت کے بجائے متنِ قرآن کو حاصل ہے' پھر متن کا سیاق و سباق (جس کا ذکر ہی نہیں ہے)' اس کے بعد لغت اور ارشاداتِ رسولؐ ہیں۔ معنی کے تعین کے لئے ان چار عناصر کی بیان کردہ ترجیحی ترتیب میں الٹ پھیر وہ ہی لوگ کیا کرتے ہیں جو۔

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں

جہاں تک اصل تحریر (پہلی دو اقساط) کا تعلق ہے تو وہ خلط مبحث کا شاہکار ہے کیونکہ اس میں قرآن کے احکامِ ستر اور احکامِ حجاب و نقاب کو خلط ملط کر کے ایک دوسرے سے متصادم گردانا ہے۔ بنیادی بات تو یہ ہے کہ عورت کے لئے احکامِ ستر الگ ہیں جو سورۂ نور کی آیت 31 میں ہیں اور احکامِ حجاب و نقاب الگ ہیں جو سورۂ احزاب کی آیات 53 اور 59 میں ہیں۔ احکامِ ستر کا تعلق گھر کے اندر اپنے محرموں (باپ' بھائی' بیٹا' چچا' ماموں' خسر وغیرہ) کے درمیان عام جسمانی پردے سے ہے جبکہ احکامِ حجاب گھر سے باہر نامحرموں سے ایک زائد اور اضافی چہرے کے پردے سے ہے۔ ان حقائق کو نظر انداز کر کے جناب محقق نے یہ بے جا سوال اٹھایا ہے کہ ''کیا سورۂ نور (آیت 31) کا نزول اس لئے تھا کہ وہ سورۂ احزاب (آیت 59) سے متصادم ہو؟ اگر یہ بات نہیں تو کیا پھر یہ نسخ و منسوخ کا مسئلہ ہے۔ اگر ایسا ہے تو بتایا جائے' اگر نہیں تو پھر سوال یہ ہے کہ کیا قرآنی احکامات (نعوذ باللہ) ترتیب اور نظم سے محروم ہیں؟ تعجب ہے کہ سائل لاعلم ہے کہ نظم و ترتیب قرآن کا ہی تو یہ اعجاز و کمال ہے کہ پورے قرآن کی ترتیب نزولی نہیں' موضوعاتی ہے۔ مثلاً نزولی اعتبار سے سورۂ احزاب پہلے نازل ہوئی اور سورۂ نور بعد میں' مگر ترتیب قرآن میں سورۂ نور پہلے ہے اور سورۂ احزاب بعد میں۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ پہلے گھر کے اندر محرموں سے عورت کا پردہ (ستر) معروف و مقرر کر دیا جائے جو ماسوائے تین چیزوں (چہرہ' کلائیوں تک ہاتھ اور ٹخنوں سے نیچے پیروں) کے اس کا پورا جسم ہے' پھر گھر سے باہر نامحرموں سے اس کا ستر پر اضافی پردہ (چہرے کا) بھی متعین کر دیا جائے۔ حالانکہ حکم حجاب و نقاب سورۂ احزاب کی دو الگ الگ آیات (53 اور 59) میں بیان ہوا ہے جناب اسکالر اس کو حکمِ عام نہیں مانتے بوجہ اس کے کہ آیت 53 کا تعلق ازواج النبیؐ سے ہے اور آیت 59 کا تعلق خواتین کی وقتی پہچان سے ہے۔ اگر احکامِ قرآن میں سے یوں مستثنیات نکالنی شروع کر دی جائے تو پھر قابلِ اتباع احکام مشکل سے ہی کچھ بچ سکیں گے۔ اس نکتے کی مزید وضاحت آگے آ رہی ہے۔

اصل مضمون زیرِ نظر میں صرف آخری بات کچھ درست کہی گئی ہے اور وہ یہ کہ چونکہ عقلیت پسندی اسلامی تہذیب کا اہم ترین حصہ ہے لہٰذا احکام دین کے بارے میں روش عقلیت پسندی کی ہونی چاہئے تاکہ جامد قدامت پرستی سے بچا جا سکے۔ تاہم مکمل سچ یہ ہے کہ تعقل اور تفکر میں نہ قدامت پرستی ہو اور نہ ہی جدت پرستی' صرف ہدایت پرستی ہونی چاہئے۔ اس محکم اصول کے تحت ہی عورت کے پردے کا جائزہ لینا چاہئے۔ عقل و فکر کا اولین تقاضہ یہ ہے کہ عورت کی نازک نسوانیت کے پیشِ نظر اس کا جسمانی پردہ ''اپنوں'' سے کہیں زیادہ ''غیروں'' سے ہونا چاہئے۔ سو حکم ستر (سورۂ نور۔ آیت 31) کے مطابق اپنوں (محرموں) کے سامنے تین چیزیں (چہرہ' کلائیوں تک ہاتھ اور ٹخنوں کے نیچے پیر) کھلی ہوں باقی پورا جسم مستور ہوگا مگر حکم حجاب (سورۂ احزاب۔ آیت 53 اور 59) کے مطابق غیروں (نامحرموں) کے سامنے صرف اور صرف موخر الذکر دو چیزیں کھلی ہوں گی اور تیسری چیز (چہرہ) بھی بطور زائد پردہ کے مستور ہو گی۔ بالفاظ دیگر ستر تو وہ اعضاء ہیں جو (شوہر کے سوا) محرموں کے سامنے بھی کھولنا منع ہے اور حجاب (چہرہ) ستر سے زائد وہ ہے جو نامحرموں کے سامنے کھولنا ممنوع ہے۔ اس طرح انسانی فطرت اور عقلیت کے عین مطابق قرآن نے گھر کے اندر جتنا پردے کا دائرہ رکھا ہے اس سے بڑا پردے کا دائرہ گھر سے باہر کے لئے رکھ دیا ہے۔ اتنی سیدھی اور سادہ سی بات عقلیت کے داعی کے سمجھ میں نہیں آتی اور ان کے نزدیک مذکورہ دونوں آیات حجاب محض وقتی حکم قرار پاتی ہیں۔ سورۂ احزاب کی آیت 53 میں ازواج النبیؐ کا نکاح (بحیثیت امہات المومنینؓ) نبی کے بعد ممنوع کرتے ہوئے حکم یہ ہے کہ ان مقدس ترین ماؤں

(باقی صفحہ 18 پر)

کلوننگ اور اس سے متعلقہ مسائل کی شرعی حیثیت (۲)

(گزشتہ سے پیوستہ)

حافظ مبشر حسین لاہوری

جین کلوننگ کا طریقۂ کار

جین کلوننگ کے لئے DNA کا وہ ٹکڑا یا وہ جین جس کی مزید کاپیاں (کلوننگ) کرنا مقصود ہو اسے ایک اور DNA کے گول سالمہ جو ویکٹر Vactor کہلاتا ہے کے اندر مصنوعی طریقے سے جوڑ دیا جاتا ہے جس کے نتیجہ میں جو مرکب سالمہ تشکیل پاتا ہے وہ Recombinant DNA کا سالمہ کہلاتا ہے۔ ویکٹر خاص طور پر جین کو میزبان خلیہ کے اندر منتقل کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ یہ میزبان خلیہ عام طور پر بیکٹریم ہوتا ہے مگر بیکٹریا کی بجائے دوسرے زندہ خلیے بھی اس کے لئے استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ میزبان خلیے میں ویکٹر کی تقسیم ہوتی ہے اور اس طرح میزبان خلیہ نہ صرف اپنے جیسے بے شمار دوسرے خلیے بنا لیتا ہے بلکہ وہ جین جو اس کے اندر ڈالی گئی ہوتی ہے اس کی بھی ہو بہو نقول بن جاتی ہیں اور یہی نقول ''کلون'' کہلاتی ہیں۔ گویا جین کلوننگ میں مختلف خصوصیات کے جین حاصل کر کے انہیں دوسرے جانداروں کے خلیوں میں منتقل کیا جاتا ہے تاکہ انسانی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے مطلوبہ خصوصیات کے حامل پودے اور جانور حاصل کئے جا سکیں۔ پودوں کے چند فوائد اس سے قبل ذکر کئے جا چکے ہیں اور اب جینیاتی کلوننگ کے ذریعے پیدا کئے جانے والے جانوروں کے اہم فوائد تحریر کئے جاتے ہیں۔

حیوانی کلوننگ کے فوائد

i) مذکورہ حیاتیاتی تکنیک کے ذریعے ایسی دودھ دینے والی گائے اور بھیڑیں وجود میں آ چکی ہیں جن کے دودھ میں انسانی لحمیات موجود ہوتی ہیں۔ یہ لحمیات براہ راست بھی استعمال کی جا سکتی ہیں اور انہیں بآسانی دودھ سے الگ کر کے بھی استعمال کے قابل بنایا جا سکتا ہے۔

ii) چند سال پہلے تک بہت ساری بیماریوں کے علاج کے لئے مطلوبہ ادویات بھیڑ بکریوں اور سور وغیرہ سے بنائی جاتی تھیں مثلاً ذیابیطس کے مریضوں کے لئے انسولین بھیڑ بکریوں یا سور کے لبلبے سے حاصل کی جاتی تھی۔ کسی اور دوائی کے نہ ہونے کی وجہ سے یہی بہت بڑی غنیمت تھی مگر اس کے دو مضرات تھے۔ ایک یہ کہ چونکہ یہ جانوروں سے حاصل کی جاتی تھی اس لئے بہت سارے مریضوں کو یہ موافق نہیں آتی تھی اور اکثر الرجی ردعمل Allergic Reaction کی شکایت رہتی تھی اور دوسرا یہ کہ یہ ادویات کافی مہنگی پڑتی تھیں جبکہ اب جینیاتی انجینئرنگ سے یہ ممکن ہو گیا ہے کہ انسولین کا انسانی جین بیکٹریم کے اندر ڈال کر انسولین حاصل کی جا سکے۔ یہ انسولین جسے ہیومولن Humulin کہا جاتا ہے' نہ صرف انسانوں کے عین موافق ہے بلکہ پہلی دوائیوں کی نسبت سستی بھی ہے کیونکہ یہ انسولین حاصل کرنے کے لئے بھیڑ بکریاں وغیرہ ذبح بھی نہیں کرنا پڑتیں بلکہ انسولین کا جین خون میں موجود سفید خلیے میں سے الگ کر لیا جاتا ہے اور پھر پلازمڈ میں ڈال کر بیکٹریم میں ڈال دیا جاتا ہے باقی کا کام بیکٹریم خود بخود کرتا اور ہمیں انسولین بنا کر دے دیتا ہے۔ اس طریقہ کار سے بہت ساری ادویات سستی اور بآسانی تیار کی جا چکی ہیں۔

iii) جینیاتی انجینئرنگ کی مدد سے طب وزراعت کے علاوہ صنعتی میدان میں بھی بے شمار فوائد حاصل کئے جا سکتے ہیں مثلاً:

ا) بہت سارے کیمیکل جنہیں کیمیائی طریقہ کار سے بنایا جاتا ہے' اب سستے داموں بآسانی بنائے جا سکتے ہیں۔ مثلاً (Polyethylene Giycol) جس کا استعمال ہماری بہت ساری مصنوعات کا حصہ ہے' جینیاتی انجینئرنگ سے جلدی اور کافی سستا بنایا جا سکتا ہے۔

ب) تیل کی تلاش کے دوران بعض اوقات تیل گاڑھا ہونے کی وجہ سے تیل کے کنویں بند کر دیئے جاتے ہیں کیونکہ وہاں سے تیل نکالنا معاشی نکتہ نظر سے زیادہ مفید ثابت نہیں ہوتا۔ ان حالات میں ایسے بیکٹیریا تیار کئے جا سکتے ہیں جو تیل کی لمبی ہائیڈروجن زنجیروں کو توڑ کر چھوٹی زنجیروں میں تبدیل کر دے اور اس طرح تیل کے پتلا ہو جانے کی وجہ سے اسے بآسانی انہی کنوؤں میں سے نکالا جا سکتا ہے۔

ج) ماحولیاتی آلودگی کو صاف کرنے کے لئے جینیاتی طریقہ سے تیار شدہ بیکٹیریا سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ اس عمل کو Bioremediation کہا جاتا ہے۔

حیوانی کلوننگ کی ترقی یافتہ شکل

اس سے مراد حیوانی کلوننگ کی وہ شکل ہے جس میں دو حیوانوں کے غیر جنسی خلیے مصنوعی طریقہ سے حاصل کر کے ملائے جاتے ہیں پھر بارآور ہونے کے بعد اسے مادہ حیوان کے رحم میں رکھ دیا جاتا ہے جہاں سے ارتقائی مراحل کے بعد مکمل شکل کا حیوانی بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔ پہلے یہ طریقہ مینڈکوں اور چوہوں پر کیا جاتا رہا اور اب یہ گائے اور بھیڑ بکریوں میں کیا جا رہا ہے۔ سب سے پہلے 22 فروری 1997 کو روزلن انسٹی ٹیوٹ ایڈنبرا (سکاٹ لینڈ) کے 52 سالہ ڈاکٹر ایان ولمٹ اور ڈاکٹر کیتھ کیمبل کی زیر قیادت سائنس دانوں کی ایک ٹیم نے ڈولی نامی بھیڑ کی ایک ہو بہو نقل بنا کر دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ یہ بھیڑ کس طرح تیار کی گئی اس کی تفصیل ہم ڈاکٹر عبدالرؤف شکوری کی کتاب ''کلوننگ ایک تعارف'' (ص 69 تا 72) سے پیش کر رہے ہیں۔

1) ایک چھ سالہ مادہ بھیڑ کے پستانیہ (Udder) سے خلیے الگ کئے گئے۔ یہ خلیے غیر جنسی تھے۔ ان کو تجربہ گاہ کے اندر اس طرح کلچر کیا گیا کہ یہ خوراک سے محروم رکھے گئے تاکہ خلیے تقسیم نہ ہو سکیں۔ اس مقصد کے لئے مخصوص خوراک اور درجہ حرارت کا اہتمام کیا گیا۔ ان تمام موافق حالات میں خلیوں نے اپنی تعداد میں مائی ٹوسس کے عمل تقسیم کے ذریعے اضافہ شروع کر دیا۔ یعنی مائی ٹوسس کا عمل شروع ہو گیا' یہ ذہن نشین رہنا چاہئے کہ مائی ٹوسس کے عمل کے دوران دودھ کے غدود کے خلیوں میں تمام کروموسوم موجود ہیں' جن کی تعداد اتنی ہے جتنی کہ بھیڑ کے جسم کے کسی اور حصے میں ہوگی۔ (ماسوائے مادہ میں انڈوں اور نر میں سپرم کے) جب کافی تعداد (یا مقدار) میں خلیے تیار ہو گئے تو ان کی خوراک میں 20 گنا کمی کر دی گئی۔ خوراک کی کمی کی صورت میں تمام جینز جو پہلے خاموش یا عارضی طور پر ناکارہ ہو گئے تھے دوبارہ کارآمد ہو گئے۔

2) دوسری بھیڑ کے انڈے میں سے مرکزہ نکال لیا گیا۔

3) اب اس انڈے (جس میں سے مرکزہ نکالا جا چکا ہے) کو پہلی بھیڑ کے دودھ کے غدود کے کلچر کئے ہوئے خلیوں سے ملا دیا گیا یا دوسرے لفظوں میں ایک دوسرے سے ضم کر دیا گیا۔ یہ ملاپ بجلی کے کرنٹ کے ذریعے کیا گیا۔ ان ضم شدہ خلیوں کو پھر ایک تیسری بھیڑ کے رحم (Uterus) میں رکھ دیا گیا۔ چونکہ تیسری بھیڑ صرف زائی گوٹ کو اپنے

رحم کے اندر بڑھنے اور نشوونما کا قدرتی ماحول مہیا کرتی ہے۔ (اس لئے) اس کو ادھار کی ماں یا فوسٹر مدر Foster Mother بھی کہتے ہیں۔ مقررہ مدت کے بعد جو بچہ اس تیسری بھیڑ سے پیدا ہوا اس کی شکل اس بھیڑ سے ملتی جلتی تھی جس سے دودھ کے غدود کا خلیہ لیا گیا تھا۔ چونکہ اس بھیڑ کے بچے کی جینیاتی معلومات پہلی بھیڑ سے لی گئی تھیں (اس لئے) یہ بچہ ہو بہو پہلی بھیڑ سے ملتا ہے لہٰذا اس کو اس کا کلون کہیں گے۔

انڈے میں سے مرکزہ نکالنے کا صرف مقصد یہ تھا کہ اس کے اندر موجود ڈی۔ این۔ اے جو دوسری بھیڑ کی مخصوص موروثی خصوصیات کو کنٹرول کرتا ہے' کو ختم کیا جائے لیکن باقی کا نظام ویسے ہی کام کرتا رہے۔ یعنی مرکزہ نکالنے سے صرف وراثتی معلومات کی ترسیل کو ختم کیا گیا۔ اب چونکہ ضم شدہ خلیوں میں مرکزہ پہلی بھیڑ کے دودھ کے غدود کے خلئے سے لیا گیا ہے۔ اس لئے اس میں وہی معلومات ہوں گی جو کہ دودھ کے غدود کے خلئے میں تھیں۔ اب جو بھی نئی بھیڑ بنے گی وہ ان معلومات کے زیر اثر ہوگی جو پہلی بھیڑ کے مرکزہ سے آئیں گی۔ اگر مرکزہ نر بھیڑ سے لیا گیا ہو تو نئی بننے والی بھیڑ نر ہوگی اور اگر یہ مرکزہ مادہ بھیڑ سے لیا گیا ہے تو نئی بننے والی بھیڑ مادہ ہوگی۔ اس سارے عمل سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اپنی مرضی سے اس خلئے کا انتخاب کیا جا سکتا ہے جس کا مرکزہ انڈے کے ساتھ ضم کرنا مقصود ہو مثلاً جگر' گردہ' آنت' لہٰذا کلون کی جنس وہی ہو گی جس سے مرکزہ حاصل کیا گیا ہو۔ ڈولی کی پیدائش کے ساتھ ہی آسٹریلیا میں سائنس دانوں کے ایک بڑے گروہ نے اس قسم کے تجربات گائے پر شروع کر دیئے۔ طریقہ کار ڈولی کی کلوننگ سے ملتا جلتا ہے یعنی گائے کی انڈے دانی سے 500 کے قریب انڈے الگ کر لئے گئے اور ان میں مخصوص خصوصیات کے حامل جین منتقل کر دیئے گئے۔ اب یہ 500 انڈے صحت مند جین کے ساتھ بارآوری کے لئے تیار ہیں۔ اب ایک اعلیٰ نسل کے بیل کے سپرم لئے جائیں گے اور ان انڈوں کو بارآور کروا کے ایک اور گائے کے رحم میں رکھ دیا جائے گا تاکہ معمول کا عمل جاری رہے۔ اب 500 بالکل ایک جیسے بچھڑے بن جائیں گے جو کہ انتہائی اعلیٰ نسل کے ہوں گے۔ اسی طرح اچھی نسل کی گائے یا بھینس جو زیادہ مقدار میں دودھ دیتی ہو اس کے کلوننگ کے ذریعے 10 یا 12 بچے بیک وقت بنائے جا سکتے ہیں اور ڈیری کی صنعت کو بہت زیادہ فروغ دیا جا سکتا ہے۔

انسانی کلوننگ

ڈولی (بھیڑ) کے کلون میں کامیابی کے بعد سائنس دانوں نے اپنی توجہ کا رخ انسانی کلوننگ کی طرف موڑتے ہوئے یہ پیشنگوئی کر دی کہ آئندہ چند ہی سالوں میں کلوننگ کے ذریعے انسان پیدا کئے جا سکیں گے۔ سائنس دانوں کے ان خیالات' تجربات اور پیشنگوئیوں نے دنیا بھر کے مختلف تعلیمی' سیاسی' معاشرتی اور مذہبی ایوانوں میں اس موضوع پر بحث و تمحیص کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری کر دیا کہ اگر سائنس دانوں نے واقعی انسانی کلون بنانا شروع کر دیئے تو انسانی دنیا پر اس کے اچھے یا برے کیا اثرات مرتب ہوں گے؟ دسمبر 2002ء کو جب کلونیڈ کمپنی کے سائنس دانوں نے ایک انسانی بچی کے کلون کا دعویٰ کر کے گزشتہ مفروضے اور تخیل کو حقیقت میں تبدیل کر دکھایا تو دنیا بھر میں پھر سے ایک عجیب ردعمل دیکھنے میں آیا جس کا آئندہ برس ہا برس تک جاری رہنا بھی متوقع ہے۔ اکثر و بیشتر حضرات نے انسانی کلوننگ کی مخالفت میں اپنے تاثرات قلم بند کروائے۔ مذہبی طبقہ نے زیادہ غور و فکر کئے بغیر انسانی کلوننگ کو خدا کی قدرت و خالقیت میں دخل اندازی سے تعبیر کیا۔ مغربی ممالک میں بھی عوامی ردعمل انسانی کلوننگ کے خلاف رہا۔ حتیٰ کہ پہلی مرتبہ کلوننگ کا لفظ سننے والے جاہل عوام نے بھی اسے ''حرام مطلق'' قرار دیتے ہوئے اس کے خلاف مظاہرے کئے۔ اگرچہ انفرادی طور پر بعض لوگوں نے انسانی کلوننگ کو سائنسی تحقیق کے نام پر قبول کر لینے کا رجحان بھی ظاہر کیا تاہم مجموعی طور پر آثار انسانی کلوننگ کے خلاف ہی رہے۔

آئندہ سطور میں راقم انسانی کلوننگ کے جواز' عدم جواز' اس کی جائز اور ناجائز صورتوں اور ان سے متعلقہ دیگر مسائل کی شرعی حیثیت پر بحث کرے گا لیکن اس سے پہلے یہ بات ذہن نشین رہے کہ اس بحث کا دارومدار انسانی کلوننگ کے امکان پر ہے اور اگر جانوروں میں کلوننگ ممکن ہو چکی ہے تو پھر انسانوں میں اس کے امکان کو بعید قرار نہیں دیا جا سکتا۔ علاوہ ازیں کلوننگ سے متعلقہ مسائل اجتہادی نوعیت کے حامل ہیں جن میں اختلاف رائے ممکن ہے۔ البتہ مجھے جو صورت قرآن و سنت کے قریب تر معلوم ہوئی اسے ہی میں نے ترجیح دی ہے۔ واللہ اعلم وعلمہ اکمل

انسانی کلوننگ کا ممکنہ طریقہ کار

انسانی کلوننگ کا بنیادی طریقہ کار تو وہی ہے جو حیوانی کلوننگ میں ڈولی اور مختلف جانوروں میں استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ یعنی دو الگ الگ جاندار جسموں سے خلئے حاصل کر کے ان میں اشتراک کرایا جاتا ہے اور ایک کا مرکزہ نکال کر دوسرے خلئے کے مرکزہ کی جگہ رکھ دیا جاتا ہے جبکہ دوسرے خلئے کا مرکزہ اور پہلے کے مرکزہ کے علاوہ باقی خلئے کو پھر اس عمل میں استعمال نہیں کیا جاتا۔ پھر مشترک یا بارآور خلئے کو کچھ عرصہ مصنوعی ماحول میں رکھنے کے بعد دوبارہ کسی جاندار کے رحم میں داخل کر دیا جاتا ہے۔ (خواہ وہ خلئے والا ہی جسم ہو یا کوئی اور تیسرا جسم) جہاں بارآور خلیہ نمو وارتقاء کے فطری مراحل طے کر کے مکمل بچے کی شکل میں پیدائش حاصل کر لیتا ہے۔ مذکورہ صورت میں دو جسموں کے الگ الگ جسمانی خلئے لئے جاتے ہیں یہ دو جسم نر و مادہ بھی ہو سکتے ہیں اور بیک وقت دو ہی مادہ بھی۔ حتیٰ کہ صرف ایک ہی مادہ جسم سے بھی دو مختلف خلئے لے کر مصنوعی ملاپ کے بعد اسی مادہ کے رحم میں پرورش کے عمل سے گزارے جا سکتے ہیں جبکہ اس طرح پیدا ہونے والے بچے میں کسی نر کا حصہ (نطفہ) نہیں ہوگا۔

مذکورہ طریقہ کار سے حاصل شدہ مختلف صورتیں

1) کلوننگ کے ذریعے عمل تولید میں دو خلئے (جنسی و غیر جنسی) استعمال ہوتے ہیں جبکہ انسانوں میں فطری طریقہ تولید جنسی خلیوں سے ہوتا ہے۔

2) (کلوننگ میں) دو خلیوں کا حصول اور ان میں ملاپ مصنوعی طریقہ سے کیا جاتا ہے جبکہ فطری طریقہ تولید میں شہوت کے ردعمل میں ملاپ کی صورت پیدا ہوتی ہے۔

3) مصنوعی طریقہ سے بارآور کئے جانے والے خلئے کو کسی بھی رحم میں نمو کے مراحل کے لئے منتقل کیا جا سکتا ہے جبکہ فطری عمل تولید میں اسی مادہ کے رحم میں بچہ پرورش پاتا ہے جس کا نطفہ ہوتا ہے۔

4) کلوننگ سے پیدا ہونے والے بچے کی خصوصیات یکطرفہ ہوں گی جبکہ فطری عمل تولید میں نومولود کی خصوصیات دوطرفہ ہوتی ہیں۔

نمبر 4 کی وضاحت یہ ہے کہ کلوننگ میں دو خلیوں کا ملاپ کرایا جاتا ہے جبکہ ان میں سے مرکزہ صرف ایک کا لیا جاتا ہے۔ اب جس کا مرکزہ ہوگا نومولود کی تمام خصوصیات ہو بہو اسی کے مشابہ ہوں گی حتیٰ کہ اگر مرکزہ نر کا ہو تو نومولود نر اور اگر مرکزہ مؤنث کا ہو تو نومولود مادہ ہوگا۔ پھر اس کی شکل و صورت بھی من و عن وہی ہوگی جو اس مرکزہ والے صاحب خلیہ کی ہو اور اسی لئے نومولود کو کلون (انسانی فوٹو کاپی یا ہم شکل) کہا جاتا ہے۔ جبکہ فطری طریقہ تولید میں ماں باپ (نر و مادہ) کے ملاپ سے پیدا ہونے والے میں دونوں کی خصوصیات مجتمع ہوتی ہیں اور اس طرح نومولود ایک تیسرا مستقل بالذات شخصیت کا مالک ہوتا ہے خواہ وہ نر ہو یا مادہ۔

5) انسانی کلوننگ میں نومولود کی تذکیر و تانیث کا انتخاب حسب منشا کیا جا سکتا ہے جبکہ فطری تولید میں ایسا نہیں۔

6) کلوننگ میں نر و مادہ یا بغیر نر کے دو مادہ یا صرف ایک ہی مادہ کے دو خلئے حاصل کر کے عمل تولید ممکن ہے جبکہ فطری طریقہ تولید میں نر و مادہ کا ملاپ ضروری ہے اور بغیر نر کے صرف ایک ہی مادہ سے یا دو مادہ کے ملاپ سے عمل تولید ممکن نہیں۔ الا کہ خاص اللہ کی مرضی ہو جس طرح کنواری

(باقی صفحہ 15 پر)

اَب وقتِ شہادت ہے آیا

انیسہ کوکب

میں کرۂ ارض پر بسنے والا انسان ہوں' میں خوفزدہ ہوں' میں مسلمان ہوں۔ میرا اصل جرم اسلام ہے۔ مگر مجھ پر سلامتی کے خلاف سارے الزام لگائے جاتے ہیں اور بے ثبوت جرم ثابت کیا جاتا ہے حالانکہ میں سلامتی کا منہ بولتا ثبوت ہوں۔ میرے تو نام تک میں سلامتی کی خوشبو رچی بسی ہے۔ میں سلامتی کی ایک مسلمہ حقیقت ہوں۔

آج سارا عالم اسلام خوف کی حالت میں ہے حالانکہ خوف اور ایمان و اسلام متضاد چیزیں ہیں کیونکہ اہل ایمان سے اللہ کا وعدہ ہے ﴿لاتھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین﴾ گویا خوف کا محرک یہ ٹھہرا کہ ایمان کھو گیا ہے' سوال یہ ہے کہ ایمان کو کہاں ڈھونڈا جائے؟ وہ سینوں میں کہیں چھپ گیا ہے یا مساجد میں ٹھہر گیا ہے۔ بہرحال ایمان کو ڈھونڈنا ہوگا جہاں کہیں بھی ہے' ایمان کے بغیر پناہ ممکن ہی نہیں۔ خوف و غم کی کیفیت میں مبتلا ہو جانا ایمان کے کھو جانے کا منطقی نتیجہ ہے۔

میں بحیثیت مسلم خوفزدہ ہوں' میں اپنے لئے امن چاہتا ہوں' عالم انسانیت کے لئے امن چاہتا ہوں مگر ابلیسیت اور فرعونیت مجھے دہشت گرد اور فسادی قرار دے کر مصلوب کرنا چاہتی ہے۔ مجھے نیست و نابود کرنا چاہتی ہے' کرۂ ارض پر ظلم کی حکمرانی چاہتی ہے تمام تر معاشی وسائل کو قبضے میں لے کر ہمیں کلی طور پر بے بس غلام بنانا چاہتی ہے۔

ظالم کو خبر ہے کہ اہل ایمان امن کی تلاش میں جہاد کی چوٹیوں پر جا پہنچے ہیں۔ اسلام کا علم تھام کر انسان کو سلامتی کے سائے تلے پناہ دینا چاہ رہے ہیں۔

اہلِ ایمان کو یوں مدمقابل دیکھ کر ظالم متفکر ہے کہ اس پنجہ آزمائی میں حق ابھرے گا تو پھر مجھے کون خدا مانے گا' مجھ سے کون بھیک مانگے گا' میرے آگے ہاتھ کون پھیلائے گا' میری اطاعت کیسے ہوگی؟ ابلیسیت و فرعونیت جہاں کہیں حق کو ابھرتا محسوس کرتی ہے اپنی کبریائی کو منوانے کے لئے اپنے ابلیسی رویے سے اپنے حسد کی آگ میں انسانیت کو جلا کر راکھ کرنا چاہتی ہے' کہیں حق کے اظہار سے ظالم کا جھوٹ اور ظلم عیاں نہ ہو جائے' اس کے فسادی ہونے کا ثبوت نہ مل جائے۔ لہٰذا اس نے امن کا نام دہشت گردی اور فساد رکھ دیا اور ظلم و جبر کا نام قانونِ امن رکھ دیا۔ مگر اس دیوانگی کا یہ نتیجہ نکلا۔ بقول شاعر ؎

ریت پر چھوڑ گیا نقش ہزاروں اپنے
وہ کسی پاگل کی طرح نقش مٹانے والا

ردعمل کے طور پر پھر یوں ہوا کہ کرۂ ارض پر ہزاروں انسانوں کی بھٹکی ہوئی حق پرست ارواح قرآن کی روحانی فضاؤں میں حق کو تلاش کرنے پر تیار ہوئیں اور حق کو کافر کے گھر میں لا کھڑا کیا۔

سنو! اے اقتدار کی لگام تھامنے والو! مسلمان کا وقتِ شہادت آ گیا ہے۔ اب انسانیت تمہیں پکار رہی ہے اب دنیا کو عملی ثبوت تم نے دینا ہے۔ تمہاری ذمہ داری کئی گنا بڑھ گئی ہے۔ مسلمان حکمرانوں کو اسلام کا اظہار کرنا ہے۔

اس کا نفاذ کرنا ہے' معیشت کو سود کے خونی پنجوں سے آزاد کرنا ہے۔ اسلام و شریعت کو تحریروں اور تقریروں سے نکال کر عملی سیاست میں لانا ہے' معیشت اور معاشرت میں لانا ہے۔ مگر یہ کون کرے؟ معروف کا حکم دے کون؟ ہر ایک کو خاموش کروا دیا جاتا ہے کہ تم اسلام کے ٹھیکیدار نہیں ہو' پھر کون ہے ٹھیکیدار؟ انفرادی زندگیوں میں تو بغیر ٹھیکے کے کام چل ہی جائے گا مگر اجتماعی سطح پر تو کسی کو ٹھیکیدار بننا ہوگا۔ ہم نہیں تو تم سہی۔ تم اہل اقتدار ہو آخر۔

﴿الذین ان مکنّٰھم فی الارض اقاموا الصلوۃ واٰتوالزکوۃ وامر وابالمعروف ونھواعن المنکر﴾

اے امتِ مسلمہ ہوش کے ناخن لو!

آج عالم کفر سر پر ابابیلوں کی طرح منڈلا رہا ہے اور اپنی چونچوں میں کنکریاں دبائے بیٹھا ہے اس کی چونچیں کھلنے کا وقت قریب ہے۔ آج عالمِ کفر کو اللہ تعالیٰ کوہِ طور کی طرح ہم پر مسلط کر کے کہہ رہا ہے کہ میری شریعت کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ اب بھی وقت ہے نزع کا عالم طاری نہیں ہوا' توبہ کا وقت اب بھی ہے' مگر ہم ہیں کہ صالح ؑ کی قوم کی طرح اونٹنی کی کونچیں کاٹنے کو تیار کھڑے ہیں۔ شریعت کو مسودات میں بند کر کے پس پشت ڈال دیا ہے۔

ہم پر بے حسی اور یہ غفلت کا عالم آخر کیوں ہے۔ اللہ کی سنت کے دائمی اور اٹل ہونے سے ایمان کیوں متزلزل ہوا جاتا ہے۔ وہ اپنی شریعت کے لئے ہمارا محتاج نہیں ہے۔ وہ نافرمانوں کو عذابوں سے گزار کر حرفِ غلط کی طرح مٹا کر راست باز لوگ لے آئے گا۔ پھر ان کو حق کے نفاذ کی توفیق دے گا خدائے عادل کا قانون سب انسانوں کے لئے یکساں ہے۔

اے خدائے واحدہٗ لاشریک کو ماننے والو' اے محمد ﷺ کی حرمت پر جاں نثار کرنے والو! اٹھو اور اسلام کے پاسبان بن جاؤ یہ وقت جہاد ہے اللہ کی سرزمین سے شیطان کو ایسا بھگا دو کہ اسے کہیں ٹھکانا نہ ملے۔

مسلمانو! آج کفر کی سازشیں اور چالیں تمہیں ذلت کی مار مار رہی ہیں۔ تمہارا جذبۂ ایمان کیوں سرد پڑ گیا ہے۔ کفر کی تو ایک ٹھوکر سے ایمان کی وہ حرارت پیدا ہوا کرتی ہے جو مومن کو جہاد کی چوٹیوں پر لا کھڑا کرتی ہے ان کے جذبۂ ایمان سے آسمان کی وسعتیں منور ہوا کرتی ہیں۔ فرشتے آسمان سے اتر کر ان کے ہمرکاب ہوا کرتے ہیں۔ اللہ کی نصرت کا وعدہ انعام بن کر اترتا ہے۔

اے خدائے واحد کو ماننے والو! امت مسلمہ پر حکومتیں کرنے والو ابھی وقت ہے کافروں کا عذاب اپنے اوپر غالب کرنے سے پہلے اپنے اوپر اللہ کا دین غالب کر لو اور اس کے عوض اگر شہادت کا جام ملے تو نوش کر کے دنیا کو ٹھوکر مار کر اللہ کو راضی کر لو اور پھر ان جنتوں کے وارث بن جاؤ جس کا طول و عرض ارض و سماء سے وسیع تر ہے آخرت کی ابدی زندگی سے محبت کرنے والی قوموں کا یہی شیوہ رہا ہے۔ نجانے ہم نے کس بنیاد پر خود کو اللہ کی لاڈلی قوم سمجھ رکھا ہے کہ جو بھی کریں ہمیں تو عذاب ہرگز نہیں چھوئے گا۔ یاد رکھو ایسا گمان کرنے والی قوم پر اللہ نے ذلت و مسکنت تھوپ ماری تھی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری بزدلی اور کم ہمتی صحرانوردی کی رسوا کن تکلیف دہ سزا کی صورت میں ظاہر ہو جائے کیونکہ جہاد کو ٹھکرا کر دنیا کی عارضی زندگی سے محبت کرنے والی قومیں یونہی عذابوں سے دوچار ہوا کرتی ہیں۔

اے اللہ رب کریم و رحیم! ہمیں توفیق دے کہ ہم بدر و حنین کے مجاہد بنیں' جہاد ہماری منزل بنے۔ آمین ثم آمین!

ان شاء اللہ 23 مارچ بروز اتوار گیارہ بجے دن
امیر تنظیم اسلامی
حافظ عاکف سعید
قرآن' اسلام اور کرنے کا اصل کام
کے موضوع پر الہدیٰ ایجوکیشن سنٹر' سیالکوٹ روڈ
سوہدرہ وزیر آباد میں خطاب فرمائیں گے

مریض کی عیادت ـــــ بہت بڑا کارِ ثواب

انسان کی زندگی میں راحت کے ساتھ رنج، خوشی کے ساتھ غمی، افلاس کے ساتھ تونگری اور صحت کے ساتھ بیماری بھی ہے۔ کبھی تو آدمی آناً فاناً صاحبِ فراش ہو کر عاجز و بے بس ہو جاتا ہے۔ بیماری انسان کے ذہن و دماغ کو بری طرح متاثر کرتی ہے۔ یوں مریض کی حالت قابلِ رحم ہوتی ہے۔ وہ از کار رفتہ اور محتاج ہو جاتا ہے۔ چونکہ اسلام اعلیٰ اخلاقی اقدار کی حامل طرزِ زندگی کا داعی ہے اس لئے یہاں بھی اس کی راہ نمائی میں اختیار کیا گیا طرزِ عمل مریض کے لئے بڑی حد تک سکون و اطمینان کا باعث ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ مریض کی عیادت، خدمت اور اظہارِ ہمدردی کو اونچے درجے کے اعمال میں شمار کیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مختلف طریقوں سے مریض کی تیمارداری، عیادت اور دیکھ بھال کی ترغیب دی ہے۔ آپؐ بنفسِ نفیس مریضوں کی عیادت کے لئے جاتے اور وہاں ہمدردی اور تسلی کی باتیں کرتے۔ مریض کو حوصلہ دیتے۔ اسے بیماری کے روشن پہلو کی طرف متوجہ کرتے اور کبھی کبھی اللہ کا کلام پڑھ کر مریض پر دم بھی کرتے۔ بخاری شریف میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

اطعموا الجائع وعود المريض وفكو العاني

''بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، بیماروں کی عیادت کرو اور ناحق قید کئے گئے لوگوں کی رہائی کی کوشش کرو۔''

اسی طرح جو شخص عیادت کے لئے جاتا ہے۔ مریض کے پاس تھوڑی دیر بیٹھتا، اس کو حوصلہ دیتا اور امید افزا باتیں کرتا تو اسے جنت کی خوشخبری سنائی جاتی ہے اور اس کے اس عمل کو مبارک سمجھا جاتا ہے۔ مسلم شریف میں حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

((ان المسلم اذا عاد اخاه المسلم لم يزل في خيوفة الجنة حتى يرجع))

''بندہ مومن جب اپنے صاحبِ ایمان بندے کی عیادت کرتا ہے تو واپس آنے تک وہ گویا جنت کے باغ میں ہوتا ہے۔''

اسی طرح سنن ابن ماجہ میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((من عادى مريضاً نادى مناد من السماء طبت وطاب ممشاك وتبوات من الجنة منزلا))

''جس بندے نے کسی مریض کی عیادت کی تو اللہ کا منادی آسمان سے پکارتا ہے کہ تو مبارک، اور عیادت کے لئے تیرا چلنا مبارک اور تو نے یہ عمل کر کے جنت میں اپنا گھر بنا لیا ہے۔''

بعض لوگ مریض کی عیادت کے اس مبارک عمل کو لاپرواہی کی وجہ سے غیر مفید بلکہ ناپسندیدہ بنا دیتے ہیں۔ وہ مریض کی حالت یا ضرورت کا احساس کئے بغیر زیادہ دیر اس کے پاس بیٹھتے، غیر ضروری باتیں کرتے اور اس کے آرام میں مخل ہوتے ہیں۔ لہٰذا عیادت کے آداب کو ملحوظِ خاطر رکھنا بہت ضروری ہے تاکہ یہ پسندیدہ عمل اچھے نتائج کا حامل ہو سکے۔ سب سے پہلے جس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے وہ مریض کا آرام ہے۔ مریض کے پاس بہت تھوڑی دیر بیٹھنا چاہئے تاکہ مریض اکتا نہ جائے اور نہ ہی لمبی گفتگو چھیڑ دے کہ مریض بیزار ہو جائے۔ ہاں مختصر سی گفتگو میں مریض کے ساتھ حوصلہ افزا بات کرے۔ اسے تسلی دے۔ بیماری کے دور ہو جانے کی امید دلائے اور اسے بتائے کہ یہ بیماری تمہارے گناہوں کو دھو ڈالے گی۔ آپ ضرور جلد ہی اس بیماری سے صحت یاب ہو کر معمول کی زندگی کے قابل ہو

محمد یونس جنجوعہ

جائیں گے۔ اس طرح کی باتیں سن کر مریض کا دل خوش ہو گا اور عیادت کے لئے آنے والا اس کے لئے رحمت کا باعث ہو گا۔ جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذا دخلتم على المريض فنفسوا له في اجله فان ذلك لا يرد شيئاً ويطيب بنفسه

''جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو اس کی عمر کے بارے میں اس کے دل کو خوش کرو۔ اس طرح کی باتیں کسی ہونے والی چیز کو روک تو نہ سکیں گی لیکن اس سے اس کا دل خوش ہو گا (اور عیادت کا یہی مقصد ہے)۔''

آپؐ جب عیادت کے لئے کسی مریض کے پاس جاتے تو نہ صرف اسے تسلی دیتے اور حوصلہ بڑھاتے بلکہ اس کے حق میں دعا بھی کرتے چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک اعرابی کے پاس اس کی عیادت کو تشریف لائے۔ اور جب آپؐ کسی ایسے آدمی کے پاس تشریف لاتے جس کی عیادت کرنی ہوتی تو فرماتے **((لا باس طهور ان شاء الله))** یعنی کوئی بات نہیں۔ ان شاء اللہ یہ بیماری (گناہوں سے) پاک کرنے والی ہے۔ اسی طرح مسلم شریف میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میری عیادت کی پھر آپؐ نے دعا فرمائی اے اللہ سعدؓ کو شفا عطا فرما۔ اے اللہ سعدؓ کو شفا عطا فرما۔

صحیحین میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپؐ بعض گھر والوں کی عیادت کرتے تو بیمار پر داہنے ہاتھ کو پھیرتے اور یہ کلمات کہتے:

اللهم رب الناس اذهب الباس اشف انت الشافي لا شفاء الا شفاؤك شفاءً لا يغادر سقماً

''اے اللہ! لوگوں کے پروردگار! بیماری کو دور کر، اور شفا عطا کر۔ تو ہی شفا عطا کرنے والا ہے۔ نہیں ہے کوئی شفا مگر تیری شفا۔ ایسی شفا جو کسی بیماری کو نہ چھوڑے۔''

مریض کی عیادت صرف اعلیٰ درجے کی اخلاقی خوبی ہی نہیں بلکہ بہت بڑا ثواب کا کام ہے۔ یہ عمل اللہ تعالیٰ کو اور اس کے فرشتوں کو بہت پسند ہے۔ مریض کی عیادت کرنے والے کو آپؐ نے جنت کے میووں کی خوشخبری سنائی ہے۔ حضرت ثوبانؓ صحیح مسلم میں روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی عیادت کرتا ہے تو وہ برابر جنت کے خرفہ میں رہتا ہے، یہاں تک کہ واپس آ جائے۔ دریافت کیا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ''خرفۃ الجنت'' کیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ''اس کے میوے''۔

عیادت کرنا ایسا مقبول و محبوب عمل ہے کہ اللہ کی پاکیزہ مخلوق یعنی نوری فرشتے عیادت کے لئے جانے والے کے حق میں رحمت و مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔ جیسا کہ ترمذی شریف میں حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ما من مسلم يعود مسلما غدوة الا صلى عليه سبعون الف ملك حتى يمسي. وان عاده عشية الا صلى عليه سبعون الف ملك حتى يصبح وكان له خريف في الجنة))

''کوئی مسلمان ایسا نہیں ہے کہ جو کسی مسلمان کی صبح کو عیادت کرتا ہے مگر یہ کہ شام ہونے تک ستر ہزار فرشتے اس کے حق میں رحمت اور مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور اگر شام کو عیادت کرتا ہے تو صبح ہونے تک ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور اس کے لئے جنت میں ایک پھلوں کا باغ مقرر کر دیا جاتا ہے۔''

مریض کی تیمارداری کرنے کا حکم بھی دیا گیا ہے اور حدیث میں جو یہ کہا گیا ہے کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں۔ ان میں ایک حق یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جب مسلمان بھائی بیمار ہو تو اس کی تیمارداری کی جائے۔ آپ نے دیکھا مریض کی عیادت کا حکم بھی دیا گیا ہے۔ ترغیب بھی دی گئی ہے۔ یہ کام رسول اللہ ﷺ کی سنت بھی ہے پھر اس پر اتنے بڑے اجر و ثواب کی خوشخبری کا تو یہ تقاضا ہے کہ اپنے عزیز و اقارب، دوست و احباب میں سے کوئی بیمار ہو جائے تو اولین فرصت میں اس کی عیادت کی جائے تاکہ مریض کو تسلی ہو اور خود بے حد حساب ثواب کا مستحق بنے۔

''افغانستان کے طالبان''

نئی کتاب کا تعارف

تبصرہ نگار: رفیع الدین ہاشمی

نام کتاب: طالبان' افغانستان میں جنگ' مذہب اور نیا نظام
مصنف کا نام: پیٹر مارسڈن' ترجمہ: ڈاکٹر سید سعید احمد
ناشر: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس' 4 بنگلور ٹاؤن' شارع فیصل' پی او بکس 13033 کراچی 75350
صفحات 116۔ قیمت: 225 روپے

افغانستان کے طالبان' مغرب کے لئے ایک بڑا اہم سوال بن چکے ہیں۔ پہلے تو صرف ان کی مذہبی پالیسیاں خصوصاً خواتین کے بارے میں ان کا ''کٹر پن'' یا اسامہ بن لادن کے بارے میں بے لچک رویہ ہی قابل اعتراض تھا۔ اب بدھا کے مجسموں کی توڑ پھوڑ نے اہل مغرب کے ساتھ بعض مشرقی ممالک (جاپان' تھائی لینڈ' نیپال وغیرہ) کو بھی طالبان کے بارے میں فکر مند اور پریشان کر دیا ہے' اگرچہ خود طالبان کسی کی داد و تحسین یا مذمت سے بے نیاز ہیں۔ وہ اپنی ہی دھن میں مگن جو چاہتے ہیں' کر گزرتے ہیں۔ شاید اس لئے کہ ان کے قابل قدر اقدامات کی بھی قدر نہیں کی جاتی' جیسے بھارت کے اغوا شدہ طیارے سے طالبان کا کامیابی سے نمٹنا یا پوست کی کاشت کا کامیابی سے خاتمہ کرنا۔ (اب وہ امریکہ اور مغربی طاقتوں کو بجا طور پر طعنہ دیتے ہیں کہ تمہارے لاڈلے شمالی اتحاد کے علاقے میں تو پوست بدستور کاشت ہو رہی ہے۔) باوجود اپنی علاقائی اور سیاسی ''تنہائی'' کے' ان کا رویہ اب بھی بے لچک ہے۔ غالباً اس لئے کہ وہ پاکستان کی تائید سے بڑی حد تک مطمئن ہیں۔ ان کے بارے میں امریکہ کی واضح طور پر معاندانہ پالیسی' دنیا کی تمام بڑی طاقتوں کی مخالفت' اقوام متحدہ کی پابندیوں حتیٰ کہ پاکستان کے سوا اپنے تمام مسلم ہمسایوں سے تعلقات میں کشیدگی اور اندرونِ ملک بے روزگاری' غربت اور قحط کے مسائل نیز شمالی اتحاد سے برسرِ جنگ ہونے کے باوجود طالبان اپنے موقف پر جرات اور بہادری سے ڈٹے ہوئے ہیں۔ اس سے کم از کم ایک بات تو ثابت ہوتی ہے کہ آج افغان ہی دنیا کی سب سے زیادہ آزاد قوم ہے۔

ان عجیب و غریب طالبان کو سمجھنے کے لئے برطانوی پیٹر مارسڈن نے آٹھ سال سے زائد عرصہ مختلف برطانوی ایجنسیوں اور گروپوں کے رابطہ افسر کی حیثیت سے افغانستان میں گزارا۔ یہ مختصر کتاب ان کے آٹھ سالہ تجربے' مشاہدے اور تحقیق کا حاصل ہے۔ اس کا دائرہ موضوعات خاصا وسیع ہے (یعنی: افغانستان کا جغرافیہ' تاریخ' مذہبی' لسانی اور قبائلی تصورات' مجاہدین کی تحریک' طالبان کی قیادت' ان کے عقائد' طور طریقے اور پالیسیاں وغیرہ۔) مارسڈن نے طالبان پر عالم اسلام کی بعض بڑی تحریکوں (اخوان المسلمون' سعودی عرب کی وہابی تحریک' لیبیا اور ایران کے انقلابات) کے اثرات کا سراغ لگانے کی کوشش کی ہے مگر ان کا خیال ہے کہ طالبان پر کسی خاص تحریک کا ٹھپہ لگانا دانش مندی نہ ہوگی (ص 56)۔ وہ کہتے ہیں کہ طالبان پر سب سے غالب اثر علماء کا ہوا ہے (ص 63)۔

مارسڈن کی رائے میں ملا محمد عمر کا مقصد افغانستان کو بدعنوان' مغرب زدہ اور موقع پرست لیڈروں سے نجات دلانا ہے۔ ان کی منفی پالیسی کی سختی دراصل افغان خواتین کو مغربی اثرات سے محفوظ رکھنے کی ایک جان توڑ کوشش ہے (ص 73)۔ مارسڈن نے طالبان کو قریب سے دیکھا ہے اور اس کا رویہ طالبان سے ہمدردانہ ہے۔ اول: مارسڈن کا خیال ہے کہ اسلام کے بارے میں اہل مغرب ابھی تک صلیبی جنگوں کے حصار سے باہر نہیں نکل سکے (شاید اسی لئے وہ طالبان کو سمجھ نہیں پا رہے)۔ دوم: مارسڈن یہ سوال اٹھاتا ہے کہ بجا ہے کہ امریکہ اور یورپی ممالک اپنے اصول وضوابط کی روشنی میں طالبان کو تسلیم نہیں کر رہے لیکن یہ سمجھنا مشکل ہے کہ جو حکومتیں طالبان سے زیادہ انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں کر رہی ہیں انہیں کیوں تسلیم کر لیا گیا ہے؟ (مارسڈن نے کسی کا نام نہیں لیا)

مصنف کا خیال ہے کہ طالبان کی مشکلات اور مسائل کا حل پیش کرنا آسان نہیں۔ افغانستان کے داخلی حالات میں مسلسل اتار چڑھاؤ کی وجہ سے نت نئی پیچیدگیاں اور الجھنیں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ اس وجہ سے آئندہ کیا ہوگا؟ یا کیا کرنا چاہئے؟ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

عربی کے فارغ التحصیل مارسڈن نے یہ بیانیہ کتاب تجزیاتی اور تحقیقی انداز میں لکھی ہے۔ ابتدا میں ضروری نقشے شامل ہیں اور اشاریہ بھی۔ آخر میں مآخذ کی فہرست ہے۔ افغانستان اور طالبان پر اردو میں لکھنے والوں کو مارسڈن کے طریقہ تصنیف و تالیف سے کچھ سیکھنا چاہئے۔ ایک غیر ملکی ناشر نے کتاب اتنے اچھے معیار پر شائع کی ہے (گو قیمتاً گراں ہے) کہ ملکی ناشرین کے لئے لمحۂ فکریہ ہے۔

(بشکریہ: ماہنامہ ترجمان القرآن' جون ۲۰۰۱ء)

بقیہ: نقطۂ نظر

حضرت مریم سے بغیر شوہر کے حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش۔

7) انسانی کلوننگ کے لئے مردہ جسم کے زندہ خلئے حاصل کر کے بار آوری کے بعد کسی عورت کے رحم میں رکھ کر اسی مردہ انسان کی ہو بہو زندہ نقل تیار کی جا سکتی ہے جبکہ فطری عمل تولید میں مردہ ملاپ کی قدرت ہی نہیں رکھتا اس لئے اس کا افزائش نسل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔

8) ہزار ہا برس پرانے مردوں کے خلئے حاصل کر کے ان کی کلوننگ بھی متوقع ہے جبکہ فطری عمل تولید میں اس کا کوئی امکان باقی نہیں رکھا گیا۔ (الا کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے خاص اسی مردہ کو دوبارہ زندہ کر دکھائیں مثلاً اصحاب کہف کا واقعہ' حضرت عزیرؑ کا واقعہ) یاد رہے کہ سائنس دان اتنے پرانے مردوں کے خلئے عموماً ان جانداروں سے حاصل کر سکتے ہیں جو اس دور میں موجود تھے اور آج بھی ان کی نسلیں ملتی ہیں۔ اسی طرح یہ بھی متوقع ہے کہ کسی مطلوبہ شخص کے خلئے محفوظ کر لئے جائیں اور پھر اس کی موت کے بعد حسب موقع اس جیسے انسان پیدا کر دیئے جائیں۔

9) اعلیٰ خصوصیات کے حامل یا خوبصورت افراد کے خلئے بیک وقت کئی عورتوں کے رحم میں بار آوری کے بعد رکھوا کر ویسے ہی بے شمار بچے حاصل کئے جا سکتے ہیں جبکہ فطری طریقہ کار میں قانونی ملاپ (شادی) یا غیر قانونی ملاپ (زنا) کے ذریعے ایسا ممکن تو ہے مگر اول تو وہ بچے قریب قریب مطلوبہ خصوصیات کے حامل ہو سکتے ہیں من و عن ہرگز نہیں اور دوم اس طریقہ سے چند ایک بچے (جتنے کہ ایک عام عورت زندگی بھر میں زیادہ سے زیادہ جنم دے سکتی ہے اور اوسطاً یہ تعداد 12/10 تک ہوتی ہے) ممکن ہے سینکڑوں' ہزاروں ممکن نہیں۔

10) کلوننگ کے ذریعے ایک ہی خاندان کی مخصوص عادات و خصوصیات کو مسلسل آگے منتقل کر کے لازوال بنانا متوقع ہے جبکہ فطری طریقہ تولید میں قدرتی طور پر ایک خاص حد تک ایسا ہوتا رہتا ہے اور اس میں مزید ارتقاء بھی جاری رہتا ہے مگر ایک مدت کے بعد اللہ تعالیٰ کسی اور نسل کو آزمانے کے لئے وہی خصوصیات ان سے چھین کر دوسروں کو منتقل کر دیتے ہیں۔ عام طور پر ایک عرصہ تک ایسا ہی سلسلہ چلتا ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو پہلی پود ہی پر اس سلسلے کو تبدیل کر سکتے ہیں۔ کسی ذہین و فطین جوڑے کے ہاں کند ذہن کا پیدا ہونا یا اس کے برعکس بے وقوفوں اور احمقوں کے گھر میں عظیم شخص کا پیدا ہونا اسی کی مثالیں ہیں۔

3 مارچ' پیر: عراق کے خلاف جنگی اخراجات پر امریکی کانگریس اور محکمہ دفاع میں شدید اختلافات پیدا ہو گئے ہیں۔ اس جنگ کے اخراجات کی منظوری بش انتظامیہ کو کانگریس سے لینا ہوگی' لیکن ارکانِ کانگریس کا کہنا ہے کہ جنگ مختصر بھی ہوئی تو تقریباً 95 ارب ڈالر خرچ کرنا پڑیں گے۔ بش انتظامیہ اتنے سرمایے کا بندوبست نہیں کر سکتی۔ چنانچہ بیشتر امریکی ادارے دیوالیہ ہو جائیں گے۔ اگر صدام حسین نے تیل کے کنوؤں کو آگ لگائی اور کیمیائی اور جرثومی ہتھیار استعمال کئے تو اخراجات کئی گنا بڑھ جائیں گے...... رواں ہفتے میں امریکا کے خلاف دنیا کے اکثر ملکوں میں احتجاجی مظاہروں کا سلسلہ جاری رہا۔ سب سے بڑا مظاہرہ پاکستان کے سب سے بڑے شہر کراچی میں ہوا۔ دو کلومیٹر لمبی ریلی سے' جو متحدہ مجلس عمل کے زیرِ اہتمام نکالی گئی تھی' اور جس میں تین لاکھ افراد نے شرکت کی' مولانا شاہ احمد نورانی' قاضی حسین احمد اور منور حسن نے عراق سے مکمل جہتی کا اعلان کیا۔ شمال میں قبائلی علاقے میں قبائلی عمائدین اور عوام نے ہزاروں کی تعداد میں شرکت کی۔ مراکش' یمن اور بحرین میں نوجوان طلبہ نے بڑے بڑے جلوس نکالے اور عراقی عوام کے شانہ بہ شانہ جہاد کرنے کا اعلان کیا۔

4 مارچ' منگل: القاعدہ کے سرکردہ رہنما خالد شیخ محمد کو' جن کو تین روز قبل گرفتار کر کے امریکا کے حوالے کیا گیا تھا۔ امریکی صدر بش نے صدر پرویز مشرف کو مبارکباد دیتے ہوئے اسے بہت اہم پیش رفت قرار دیا ہے اور حکومت پاکستان کی تعریف کی کہ وہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں شاندار کردار ادا کر رہا ہے' جبکہ پاکستانی عوام اور حزبِ اختلاف اس نوعیت کے یکطرفہ اقدامات پر سخت برہم ہیں...... اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل نے کشمیر میں سلامتی اور امن کے قیام پر باقاعدہ بحث ہوئی۔ برطانیہ نے تجویز پیش کی کہ پاکستان اور بھارت کے درمیان سرحد کی دوطرفہ نگرانی کی جائے اور علاقے میں دہشت گردی کی کارروائی روکنے کے لئے دونوں ممالک معلومات کا تبادلہ کریں اور مسئلے کے حل کے لئے بامقصد مذاکرات کریں۔ برطانیہ کی یہ قرارداد مسترد کر دی گئی۔ دوسری قرارداد روس نے پیش کی جس میں زور دیا گیا کہ کشمیری عوام کو اپنے مقدر کا فیصلہ کرنے کا حق دیا جانا چاہئے۔

5 مارچ' بدھ: فلپائن کی فوج نے منداناؤ جزیرے میں ''مسلم اسلامک لبریشن فرنٹ'' کے حریت پسندوں پر بمباری کر کے دس حریت پسندوں کو شہید کر دیا...... پوپ جان پال دوم نے دنیا بھر کے عیسائیوں سے اپیل کی کہ وہ عراق کے خلاف جنگ روکنے کے لئے آج روزہ رکھیں۔ پوپ کی طرف سے یہ اپیل عراق پر جنگ مسلط کرنے کے خلاف اُن کی کوششوں کا حصہ ہے۔ وہ اس سلسلے میں مختلف عالمی لیڈروں سے ملاقات کر چکے ہیں...... امریکی حکومت نے اعلان کیا کہ ہے کہ اگر ترکی نے امریکی فوج کو اپنی سرزمین میں آنے کی اجازت نہ دی تو اُسے اربوں ڈالر کی موجودہ امداد سے محروم کر دیا جائے گا۔ اس وقت تقریباً ایک درجن بحری جہاز ترکی کے ساحل کے قریب لنگر انداز ہیں جن پر ہزاروں امریکی فوجی ترکی میں تعیناتی کے احکام کا انتظار کر رہے ہیں...... بھارتی ریاست گجرات میں مسلم کش فسادات کا ایک سال مکمل ہونے پر برطانیہ میں ایک پُر امن مشعل بردار جلوس نکالا گیا جس میں ہندو انتہا پسند تنظیموں ہندو سوام' سیوک سنگھ اور سیوا انٹرنیشنل کی برطانیہ میں سرگرمیوں پر پابندی عائد کرنے کا مطالبہ کرتے ہوئے کہا گیا کہ یہ ہندو تنظیمیں برطانیہ سے فلاحی مقاصد اور انسانی ہمدردی کے نام پر چندے لے کر ہندی مسلمانوں کے خلاف استعمال کرتے ہیں۔

6 مارچ' جمعرات: دوحہ (قطر) میں 57 اسلامی ممالک پر مشتمل اسلامی کانفرنس کی تنظیم (او آئی سی) کے خصوصی اجلاس کے اختتام پر ایک بیان جاری کیا گیا' جس میں رُکن ممالک نے عراق پر حملے کے ساتھ ساتھ کسی بھی اسلامی ملک کی سلامتی کو درپیش خطرات اور دھمکیوں کو بھی مسترد کر دیا ہے۔ ''تنظیم'' نے عراق کی جانب سے عالمی معائنہ کاروں سے تعاون کا خیر مقدم کیا ہے اور اس مطالبے کی حمایت کی ہے کہ عالمی انسپکٹروں کو کام کرنے دیا جائے اور عراق کا مسئلہ سفارت کاری کے ذریعہ پُر امن طور پر اقوام متحدہ کی قراردادوں کے مطابق حل کیا جائے...... امریکا کے وزیر دفاع رمزفیلڈ نے کہا کہ عراق اب بھی تباہی والے ہتھیار بنا سکتا ہے۔ برطانوی وزیر اعظم بلیئر نے کہا' عراق تمام میزائل تباہ کر دے' تب بھی مجرم ہے۔ روس' فرانس اور جرمنی نے ایک بار پھر اعلان کیا ہے کہ امریکا کی نئی قرارداد منظور نہیں ہونے دیں گے جس میں عراق پر فوجی کارروائی کے لئے کہا جائے گا...... پاکستان ملکی قومی اسمبلی میں اس وقت ہنگامہ ہو گیا جب حزبِ اختلاف کے ارکان کو حکومت کی طرف سے آئین کی نقول فراہم کی گئیں جس میں لیگل فریم آرڈر بھی شامل تھا۔ حزبِ اختلاف نے آئین میں ''ایل ایف او'' دیکھ کر شور مچا دیا۔ ہنگامہ آرائی کے نتیجے میں سپیکر نے اجلاس ملتوی کر دیا...... ایک بھارتی عدالت نے فیصلہ دیا ہے کہ ایودھیا میں شہید کی جانے والی بابری مسجد کی کھدائی کی جائے تاکہ اس بات کا تعین کیا جا سکے کہ اس جگہ رام مندر تھا یا نہیں۔ یہ کھدائی سرکاری محکمہ آثارِ قدیمہ کے زیر اہتمام کرائی جائے۔

7 مارچ' جمعہ: پاکستان میں بلیسٹک میزائل شاہین ون (حتف چہارم) بری فوج کے حوالے کر دیا گیا۔ یہ میزائل 750 کلومیٹر تک مار کر سکتا ہے...... پاکستان بار کونسل' سپریم کورٹ بار ایسوسی ایشن اور لاہور ہائیکورٹ بار ایسوسی ایشن کے زیر اہتمام لاہور اور راولپنڈی میں عراقی عوام سے یک جہتی کے اظہار کے لئے وکلاء نے مظاہرے کئے...... اسرائیلی فوج نے غزہ پٹی کے شمالی علاقے میں فلسطینی مہاجر کیمپ جبالیہ پر دھاوا بول کر 14 فلسطینی شہید اور 100 زخمی کر دیئے...... اقوام متحدہ کے معائنہ کاروں کے سربراہ بلکس نے کہا ہے کہ عراق غیر مسلح کرنے کے عمل میں مکمل تعاون کر رہا ہے۔ اور اس نے اپنے ''الصمود'' میزائل کی تباہی کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے۔ معائنہ کاری کے لئے مزید چار ماہ درکار ہیں۔

8 مارچ' ہفتہ: امریکا' برطانیہ اور سپین نے عراق کو حملے کے لئے 17 مارچ کی ڈیڈ لائن دے دی۔ امریکی صدر بش نے کہا ہے کہ اگر ضروری ہوا تو امریکا اقوامِ متحدہ کی منظوری کے بغیر ہی عراق کو فوجی طاقت کے ذریعے غیر مسلح کر دے گا...... اُدھر عراق کے صدر صدام حسین نے امریکا کو بے وقوف قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ حملے کی صورت میں امریکا کو ایسا جواب ملے گا کہ وہ پچھتائیں گے۔ عراق دشمن کے لئے تر نوالہ ثابت نہیں ہو گا...... اقوام متحدہ کے معائنہ کاروں نے سلامتی کونسل میں رپورٹ پیش کی جس میں کہا گیا کہ عراق نے ممنوعہ اسلحہ نہیں چھپایا۔ ہم سے پورا تعاون کیا گیا۔ دوبارہ ایٹمی پروگرام شروع نہیں کیا گیا۔ عراق اب خطرناک نہیں رہا۔ مسئلے کا پُر امن حل ممکن ہے۔ روس' چین' پاکستان' فرانس اور جرمنی نے کہا ہے کہ معائنہ جاری رہنا چاہئے...... پاکستان کی قومی اسمبلی میں لیگل فریم آرڈر کے موضوع پر حزبِ اختلاف کا پھر ہنگامہ ہوا۔ اجلاس پھر ملتوی کرنا پڑا۔ ایل ایف او نامنظور اور ''گو مشرف گو'' کے نعرے لگائے گئے۔

9 مارچ' اتوار: امریکا' برطانیہ اور سپین نے عراق کو 17 مارچ تک غیر مسلح ہونے کا ''الٹی میٹم'' دے دیا اور سلامتی کونسل میں 17 مارچ سے فوجی کارروائی کرنے کی نئی قرارداد پیش کر دی ہے' لیکن فرانس' روس اور چین نے امریکی الٹی میٹم مسترد کر دیا۔ چیف اسلحہ انسپکٹر کی سلامتی کونسل میں تازہ رپورٹ کے بعد عراق نے اپنے اوپر عائد کردہ اقوام متحدہ کی اقتصادی پابندیاں اٹھانے کا مطالبہ کر دیا ہے...... پاکستان کے وزیر اعظم میر ظفر اللہ خان جمالی نے حزبِ اختلاف کو لیگل فریم آرڈر کے مسئلے پر متحدہ مجلس عمل کو مذاکرات کی تجویز دی۔ ہفتے کو پاکستان بھر کے وکلا نے یوم سیاہ منایا اور ایل ایف او کی کاپیاں نذرِ آتش کیں۔ آج اتوار کو عراقی عوام سے اظہارِ یک جہتی کے لئے مجلس عمل کا ملین مارچ راولپنڈی میں ہوا۔ پاکستان بھر سے اس ملین مارچ میں لوگوں نے شرکت کر کے واقعتاً یکجہتی کا اظہار کیا۔

محترم ڈاکٹر اسرار احمد کا دورۂ کراچی

محترم بانی تنظیم اپنے ماہانہ دورے پر 27 فروری کو کراچی پہنچے۔ جمعۃ المبارک 28 فروری کو قرآن اکیڈمی' ڈیفنس کی مسجد جامع القرآن میں ان کے خطاب جمعہ کا عنوان تھا ''اجتماعی توبہ''۔ انہوں نے فرمایا کہ امریکہ کی دشمنی مذہب اسلام سے نہیں بلکہ دین اسلام سے ہے کیونکہ بحیثیت دین اسلام کو وہ اپنے نیو ورلڈ آرڈر کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتا ہے۔ عالم کفر کی یلغار کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کا اولین ہدف عالم عرب ہیں جس کی زبان میں قرآن نازل ہوا لیکن اس نے قرآن کو پس پشت ڈال دیا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں سب سے بڑے مجرم ہم پاکستانی ہیں کیونکہ ہم نے قیام پاکستان کے مقصد یعنی نفاذ نظام اسلام کو فراموش کر کے وعدہ خلافی کی۔ اب بچاؤ کی واحد صورت' پہلے لوگوں کا انفرادی سطح پر خلوص دل سے اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرنا اور بعد ازاں' ان توبہ کرنے والوں کا کسی جماعت سے جڑ کر منظم جدوجہد کرنا ہے۔ جس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے دین کو غلبہ حاصل ہو سکے۔ بعد نماز مغرب' انہوں نے یکسالہ کورس میں کامیابی حاصل کرنے والے طلباء میں تقسیم اسناد کی تقریب میں شرکاء پر سورۂ رحمٰن کی ابتدائی چار آیات کے حوالے سے تعلیم و تعلم قرآن کی اہمیت واضح کی۔ انہوں نے فرمایا کہ تعلیم و تعلم قرآن کے لئے ضروری ہے کہ عربی زبان کا علم حاصل کیا جائے کیونکہ عربی زبان کا معاملہ ہمارے لئے ''زبان یار من ترکی و من ترکی نمی دانم'' کا سا ہے۔ عربی زبان سیکھ کر ہی قرآن کا فہم حاصل کیا جا سکتا ہے۔ جس کے بغیر قرآن کے پیغام کو عام کرنا ممکن نہیں۔ ہفتہ یکم مارچ کی صبح اے آر وائی (ARY) ٹیلی ویژن پر محرم الحرام کی مناسبت کے موضوع پر ان کے لیکچرز کی ریکارڈنگ کا آغاز ہوا۔ ہفتہ کی شب 9 بجے تنظیم اسلامی کراچی شمالی کے زیر اہتمام نیو کراچی کی اسلامیہ مسجد میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت آدمؑ سے لے کر حضور ﷺ تک دین ایک ہی تھا البتہ شریعتوں میں اختلاف رہا ہے۔ قوانین شریعت کی تشریحات کے نتیجہ میں مختلف مسالک قائم ہوئے اور مسلکی اختلافات وجود میں آئے۔ تاہم اقامت دین کی جدوجہد میں ان مسلکی اختلافات کو آڑے نہیں آنا چاہئے بلکہ مختلف مسالک کے لوگوں کو متحد ہو کر یہ فریضہ انجام دینا چاہئے۔ اتوار 2 مارچ کی صبح بانی محترم نے فاران کلب میں منتخب نصاب پر درس کا آغاز سورۃ عصر سے کیا۔ گزشتہ ماہ کے تجربے کے پیش نظر جبکہ فاران کلب کا آڈیٹوریم شرکاء کے لئے ناکافی ثابت ہوا تھا' کلب کی انتظامیہ نے درس قرآن کی محفل کا اہتمام کلب کے لان میں کیا تھا۔ لوگوں کی کثیر تعداد نے درس قرآن سے استفادہ کیا۔ اتوار کو بعد نماز مغرب اور پیر کی صبح اے آر وائی ٹیلیویژن پر بقیہ دو لیکچرز ریکارڈ ہوئے یہ لیکچرز ان شاء اللہ 9 اور 10 محرم الحرام کو ٹیلی کاسٹ کئے جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ دین کی سربلندی کے لئے کی گئی ان کاوشوں کو قبول فرمائے اور ہمارے لئے نجات و فلاح اُخروی کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

(رپورٹ: محمد سمیع)

عراق پر امریکی جارحیت کے خلاف

حلقہ سندھ زیریں کا مظاہرہ

مثال ایک جسم کی سی ہے۔ جس کے ایک عضو کو تکلیف پہنچتی ہے تو سارا جسم اس تکلیف کو محسوس کرتا ہے ہماری بدقسمتی سے مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ امت مسلمہ کا وجود باقی نہیں رہا۔ اب مسلمان قومیں ہیں جن کے رویئے ان کے مفادات کے مطابق تبدیل ہوتے رہتے ہیں اور معاملہ بایں جا رسید کہ اسلام کے نام پر وجود میں آنے والے ملک کے حکمران ''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرہ لگا رہے ہیں۔ یہ بات کہی جا رہی ہے کہ مسئلہ کشمیر پر عراق نے کبھی ہمارا ساتھ نہیں دیا۔ یعنی بین السطور قوم کو یہ پیغام دیا جا رہا ہے کہ عراقی قوم کی اس کٹھن گھڑی میں ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں رکھنا چاہئے۔ لیکن ہم مسلمان ہونے کے ناطے اپنے نبی ﷺ کے فرمان کے پابند ہیں اور اپنی عراقی بھائیوں پر امریکی جارحیت کے خلاف احتجاج کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ لہٰذا اسی حق کا استعمال کرتے ہوئے حلقہ سندھ زیریں نے کراچی پریس کلب کے سامنے ایک خاموش احتجاجی مظاہرہ سہ پہر 3:00 بجے منعقد کیا۔ مظاہرہ کے آغاز پر رفقاء اور احباب سے خطاب کرتے ہوئے امیر حلقہ محمد نسیم الدین نے فرمایا کہ ہم سمع و طاعت کے خوگر ہیں لہٰذا مرکز کی ہدایت پر ہم نے خاموش مظاہرے بھی کئے اور بعد میں ان ہی کی ہدایت پر ہم نے مظاہروں کے دوران نعرے بھی لگائے تقاریر بھی کیں اور ان ہی کی ہدایت پر ہم دوبارہ خاموش مظاہرہ کر رہے ہیں۔ رفقاء بینرز اور پلے کارڈ کے ساتھ منظم انداز میں کھڑے رہے ان پر جو عبارات درج تھیں ان میں چند یہ تھیں۔

(1) ''خون آشام درندے بش عراقیوں کا خون چوسنا بند کرو''

(2) ''بش! کولمبیا کی تباہی سے سبق حاصل کرو۔''

(3) ''صلیبی جنگ سے بچنے کی واحد صورت' خالص توبہ''

(4) ''نعرۂ مشرب سے پہلے پاکستان یعنی خود کو بچاؤ' نعرۂ بش سب سے پہلے اسلام یعنی تمام مسلمانوں کو ختم کرو۔''

(5) Vampire Bush- Stop Sucking Iraqi's Blood

(6) ''حکمرانو! اللہ سے توبہ کرو اور اسلامی شریعت کے نفاذ کی راہ ہموار کرو' وغیرہ۔

یہ مظاہرہ سہ پہر ساڑھے تین بجے تک جاری رہا۔ اس دوران پریس فوٹوگرافرز تصویریں بناتے رہے۔ پریس کے نمائندوں میں ہینڈ بلز کی تقسیم جاری رہی۔ دوسرے دن متعدد اخبارات نے اس مظاہرے کی خبر شائع کی۔ انجینئر نوید احمد ناظم حلقہ نے آخر میں دعا پر مظاہرہ کا اختتام فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ظلم کے خلاف اس احتجاج کو قبول فرمائے اور ہمارے لئے نجات و فلاح اخروی کا ذریعہ بنائے۔ آمین

(رپورٹ: محمد سمیع کراچی)

تنظیم اسلامی کورنگی ٹاؤن کے تحت قرآن کوئز

تقریباً چار پانچ سالوں سے ہمارے تنظیم کے رفیق جناب اقبال احمد صدیقی صاحب کورنگی کے مختلف اسکولوں میں منتخب نصاب حصّہ اول کے لیکچرز دے رہے ہیں۔ جس کے ذریعے سے خاص طور پر میٹرک کے طالب علموں کے سامنے قرآن کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا اسی ضمن میں ان تمام اسکولوں کے درمیان قرآن کوئز مقابلے کا انعقاد کیا گیا۔ مقامی امیر اور ناظم صاحب کے باہم مشورے سے 18 جنوری 2003ء کی صبح 10 بجے یہ پروگرام ترتیب دیا گیا۔ پروگرام میں آٹھ سکولوں نے شرکت کی۔

الحمد للہ 18 جنوری کی صبح 10 بجے تک تقریباً تمام تیاریاں مکمل کر لی گئیں تھیں اور سکولوں کی ٹیموں کی آمد شروع ہو گئی تھی۔ ساڑھے دس بجے پروگرام کا آغاز کیا گیا۔ پروگرام کی کمپیئرنگ رفیق تنظیم جناب تقویم احمد نے کی جس کو سب نے سراہا۔ اسکور بورڈ پر جناب سراج احمد کی ذمہ داریاں تھیں۔ جس کو بڑے واضح طریقے سے انجام دیا گیا کیونکہ بورڈ کی وجہ سے وقتاً فوقتاً ٹیموں کی پوزیشن واضح ہو رہی تھی۔ جیوری کے فرائض جناب عامر خان اور انجینئر سید نعمان اختر نے انجام دیئے۔

پروگرام تین مرحلوں پر مشتمل تھے۔ پہلے مرحلے میں قرآن حکیم سے متعلق سوالات کئے گئے۔ دوسرے مرحلے میں سیرت النبی ﷺ کے متعلق سوالات ہوئے اور آخری مرحلے میں متفرق سوالات کئے گئے۔ آخری مرحلے میں شان پبلک ہائی سکول' الفاطمہ اکیڈمی اور شان گرامر سکول کی ٹیمیں پہنچیں۔ جس میں فرسٹ پوزیشن شان پبلک' سیکنڈ پوزیشن الفاطمہ اکیڈمی اور تھرڈ پوزیشن شان گرامر نے حاصل کی۔ فرسٹ آنے والی ٹیم کو انجمن خدام القرآن سندھ کی شیلڈ دی گئی۔ اس کے علاوہ سیکنڈ اور تھرڈ پوزیشن حاصل کرنے والی ٹیموں میں بھی انعامات تقسیم کئے گئے۔ تقریباً 100 سے زائد میٹرک کے طالب علموں نے سامعین کی حیثیت سے شرکت کی۔ طلباء کی طرف سے انتہائی نظم و ضبط کا مظاہرہ دیکھنے میں آیا۔

اس پروگرام کے مہمان خصوصی جناب فیصل منصوری صاحب اور جناب ڈاکٹر الیاس تھے۔ دونوں اصحاب نے اپنی

گفتگو میں قرآن کے علم کو سیکھنے کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ اس سے پہلے امیر تنظیم اسلامی کورنگی ٹاؤن جناب عامر خان نے عظمتِ قرآن کے حوالے سے گفتگو کی اور انجمن خدام القرآن کا تعارف اور مقاصد بیان کئے اور ساتھ ہی قرآن مرکز کی تعمیر کے مقاصد بتائے۔

پروگرام کے اختتام پر پوزیشن حاصل کرنے والی ٹیموں کے طلباء کو اظہارِ رائے کے لئے وقت دیا گیا۔ جس سے اس بات کا احساس ہوا کہ ہمارے طالب علموں میں قرآن کو سیکھنے کی تڑپ ہے۔ لیکن وہ وسائل فراہم نہیں کئے جاتے جو اس سلسلے میں کرنے چاہئیں۔ جس گرم جوشی سے ان طالب علموں نے اس پروگرام میں حصہ لیا اور اساتذہ نے تعاون کیا' کیا عجب کہ یہی وہ لوگ ہوں جو اسلام کی سربلندی کا باعث بنیں۔ پروگرام کا اختتام دعا پر ہوا۔ اقبال صاحب نے دعا کرائی۔

(مرتب: سردار احمد خان)

بقیہ : بحث ونظر

سے بھی جب کوئی چیز مانگو تو پردے کی اوٹ سے مانگو۔ اس سے یہ نتیجہ کہاں نکلتا ہے کہ یہ حکم صرف امہات المؤمنین تک محدود ہے۔ کیا یہ عقل کی بات ہے کہ محترم ماؤں پر تو حجاب کی پابندی ہو لیکن عام مسلم خواتین اس سے آزاد ہوں؟ اسی سورۂ احزاب کی پہلی آیت میں اللہ نے فرمایا ہے کہ ''اے نبی اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور کافروں اور منافقوں کی بات نہ مانو''۔ کیا یہ حکم الٰہی صرف نبی کریم محمد ﷺ تک محدود ہے؟ ایسی ہی بے شمار آیات قرآن ہیں جن کا حکم وقتی نہیں ہے اور قیامت تک رہے گا۔ حد تو یہ ہے کہ داعی عقل وفکر حکمِ حجاب کی دوسری آیت (59) کو بھی محدود اور وقتی سمجھتے ہیں جس میں کہا گیا ہے کہ ''اے نبی کہہ دو اپنی ازواج' اپنی بیٹیوں اور تمام مومن عورتوں سے کہ وہ اپنے اوپر چادر کے گھونگھٹ ڈال لیا کریں۔ یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تاکہ وہ پہچان لی جائیں' پس ستائی نہ جائیں''۔ کیا اس حکمِ حجاب ونقاب کی یہ تاویل عقلاً درست ہو سکتی ہے کہ ''اس سے محض مؤمن عورتوں اور باندیوں میں تمیز مطلوب ہے تاکہ اوباش لوگ انہیں ستا نہ سکیں اور یہ کہ یہ کوئی حکم شرعی نہیں بلکہ ایک معاشرتی مسئلہ کا وقتی حل تھا جس کی وجہ سے اوباش لوگ باحجاب خواتین سے احتراز کرنے لگے تھے''۔ اس لحاظ سے تو آج کے عقلاً وفضلاً کو کہنا چاہئے کہ موجودہ معاشرے میں اوباشوں سے بچنے کے لئے حجاب ونقاب کی پہلے سے بھی زیادہ ضرورت ہے اور چونکہ رہتی دنیا تک شیطان رہے گا یہ ضرورتِ حجاب ونقاب ہمیشہ رہے گی۔ یوں جناب اسکالر کی دلیل ان پر الٹی پڑ جاتی ہے۔

مندرجہ بالا مختصر تجزیئے سے قرآن میں عورت کے چہرے کا پردہ ثابت ہو جاتا ہے اور اس کی حکمت وضرورت بھی واضح ہو جاتی ہے۔ لہٰذا اہلِ علم کو زیب نہیں دیتا کہ وہ قرآنی حکم حجاب ونقاب کی نفی کے لئے وقتاً فوقتاً چنیں و چناں اور من مانی تاویلات کرتے رہیں۔ بطور حرفِ آخر علوم قدیم وعلوم جدید کے عالم باعمل اکبر الہ آبادی کا سبق آموز اور عبرت انگیز قطعہ یہاں پیش خدمت ہے تاکہ اب بھی اصلاح احوال کیا جاسکے۔

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرتِ ملی سے گڑ گیا
پوچھا جو اُن سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

بقیہ : تجزیہ

اپنی عالمی آمریت قائم کرنا چاہتا ہے۔ اگر فرانس' جرمنی' روس اور چین امریکی سامراج کے خلاف اپنی مزاحمت برقرار رکھ سکے تو دنیا ملٹی پولر رخ اختیار کر سکتی ہے۔ امت مسلمہ جو بالکل مردہ ہو چکی ہے اور کسی لحاظ سے بھی اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل نہیں اسے بھی سنوارنے اور پھر سر اٹھانے کی مہلت مل سکتی ہے۔ لیکن اگر مسلمان حکمرانوں اور عوام کے طور طریقے یہی رہے تو ہر نئی قوت جو ابھرے گی وہ مغرب سے ابھرے یا مشرق مسلمانوں سے وہی رویہ اختیار کرے گی جو آج امریکہ نے مسلمانوں کے خلاف اختیار کیا ہوا ہے۔ اس لئے کہ نرم چارہ بن جانے کا مطلب ہی یہی ہے کہ دوسری قوت کو موقع فراہم کیا جائے کہ وہ جب چاہے اسے نگل لے۔

امریکہ ان بڑی قوتوں کی مزاحمت کے باوجود مشرق وسطیٰ میں اپنے مقاصد کے حصول سے ٹلتا ہوا نظر نہیں آتا لہٰذا وہ اپنے طے شدہ شیڈول کے مطابق کارروائی کرے گا۔ لیکن بفرضِ محال اسے اپنے پروگرام کو کچھ دیر کے لئے ملتوی کرنا پڑا یا کسی قسم کی عارضی پسپائی اختیار کی تب بھی مسلمانوں کو چوکنا رہنا ہو گا کیونکہ اسرائیل جو اس حملہ سے فائدہ اٹھا کر اپنی سرحدوں کو وسعت دینا چاہتا ہے یورپی ممالک کی حمایت حاصل کرنے کے لئے 11 ستمبر کی نوعیت کا کوئی سانحہ یورپ میں دہرا سکتا ہے تاکہ یہ ثابت کیا جاسکے کہ یورپ کی سلامتی بھی مسلمان دہشت گردوں کے ہاتھوں خطرے میں ہے اور وہ اپنی سلامتی کے لئے امریکہ سے مل کر مسلمانوں کی سرکوبی کریں اور عوامی احتجاج بھی نہ ہو سکے۔

پاکستان کے لئے ابھی موقع ہے کہ وہ امریکی سحر سے آزاد ہو کر اپنے داخلی استحکام کی طرف توجہ دے اور کسی قیمت پر ایٹمی قوت سے دستبرداری اختیار نہ کرے۔ حقیقت یہ ہے کہ پاکستان کو اصل خدشہ داخلی انتشار سے ہے دشمن بھی اس انتشار سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے گا۔ ہمیں یہ بات بھی اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ آج کی دنیا میں کوئی کسی کا دوست نہیں ہوتا' سب اپنے اپنے مفادات کے دوست ہیں' لہٰذا امریکہ ہو یا کوئی اور ملک دوستی ضرور کی جائے لیکن کسی پر تکیہ نہ کیا جائے۔

قومی اسمبلی میں عراق امریکہ چپقلش پر بیان دینے کے بعد یہ اعلان کہ وزیراعظم قوم سے خطاب کریں گے۔ خیال تھا کہ وزیراعظم اپنی نشری تقریر میں بھی خالصتاً اسی سلگتے ہوئے مسئلہ کو مرکزی حیثیت دیں گے لیکن انہوں نے اس کا سرسری ذکر کرتے ہوئے اپنے مکمل منشور کا اعلان کیا جس پر سیر حاصل تبصرہ آئندہ کسی وقت کیا جائے گا۔

دعوت فکر

اپنی ذات اور زندگی میں کلمہ شہادت کا عملی نفاذ

آج ہر مسلمان زبانی طور پر تو اس کا اعلان کرتا ہے کہ: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے' وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں''۔ لیکن ان الفاظ کا عملی اظہار اس کی زندگی میں نظر نہیں آتا۔ موجودہ عہد میں ہماری بے عزتی کا سبب یہی ہے کہ ہماری ذاتی زندگی اور کاروبار اس امر کی گواہی نہیں دیتے کہ ہم واقعی اللہ کے بندے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کے دور میں صحابہ کرامؓ نے اس کی عملی تصویر پیش کی جس سے متاثر ہو کر لوگ ایمان لے آئے' جبکہ آج کے مسلمانوں کی حالت دیکھ کر کوئی بھی شخص ایمان نہیں لا سکتا۔ ہمارے معاشرے میں لادینیت عام ہو چکی ہے۔ ایسے بہت کم لوگ ہیں جو لوگوں کی اصلاح کا کام کر رہے ہیں۔ مذہب سے دوری کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ذرائع معاش میں حرام اور حلال کی تمیز ختم ہو کر رہ گئی ہے' جس کی وجہ سے آنے والی نسل دین سے بے بہرہ رہتی ہے۔ جس گھر کا نظام حرام کمائی سے چلتا ہو وہاں شرم وحیا اور چھوٹے بڑے کی تمیز ختم ہو جاتی ہے۔ ایک حدیث نبویؐ کے مطابق غیرت اور ایمان ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ اگر کسی آدمی میں غیرت وحمیت نہیں ہے تو اُس میں ایمان کا ہونا بھی ممکن نہیں۔ آج اگر کوئی شخص دین کی بات کرتا ہے تو اُسے طرح طرح کے خطابات سے نوازا جاتا ہے اور اس کے آباؤ اجداد کا حوالہ دے کر ان سے مختلف راستہ اختیار کرنے پر لعن طعن کی جاتی ہے۔ ایسے لوگوں کو اس امر پر غور کرنا چاہئے کہ قیامت کے دن ہر نفس کو اپنے عمل کا حساب دینا ہو گا۔ کسی سے یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ وہ کس قبیلے' کس خاندان' کس نسل یا کس فرقے سے تعلق رکھتا تھا۔ اگر پوچھ گچھ ہو گی تو اس کی کہ زندگی کہاں کھپائی' مال کہاں سے کمایا اور کہاں لگایا' دین پر کتنا عمل کیا۔ ہر نفس اپنا حساب دیئے بغیر ایک انچ بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے سے ہٹ نہیں سکے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں دین کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! (تحریر: محمد ظفر اقبال' فورٹ عباس)

opinions again. Their success was limited only to branding me an "anti-state element" by shifting focus from my anti-corruption activities to anti-dictatorship write ups.

How could a journalist overthrow a dictatorship? I was linked to already exile journalists Shaheen Sehbai and Khwaja Ashraf in US, and the publisher of my book in UK. Interestingly, I have seen none of them. Not even in picture. Even if I did, how could this make an alliance for overthrowing a regime so strongly backed up by no less a power than Washington.

This is my appeal to the journalists in Pakistan not to say good bye to our critical role in the development and democratic process -- no matter how uninterested the newspapers owners might be. We must not let development become professional-robbery and politics turn into a scripted event where spectacle overwhelms substance. We must not blur our roles to become minor players in an unfolding drama we are attempting to critique. Reporters should not reduce themselves to being little more than reviewers.

Should journalism practitioners explore new methods of news gathering and investigative reporting, corrupt organisations such as SRSC may not survive a few months in the robbery business. So would be the destiny of dictatorial regimes. We must write for a change with the belief that no effort goes in vain. If we worry about our own kids, we may never be able to save million and millions of poorest children from predators of poverty alleviation. If our objective is limited to self, we can never save the nation.

References:

1. *Dawn* correspondent, "MANSEHRA: Irregularities found in rural uplift projects, February 28, 2003, (see http://www.dawn.com/2003/03/01/local18.htm).
2. Muqaddam Khan, news report, "SWABI :Rules for monitoring NGOs being ignored," The Dawn, September 12, 2001 (see: http://www.isb.sdnpk.org/news/01sep12/item21.htm and http://www.isb.sdnpk.org/news/01sep12/item21.htm.
3. See http://lists.isb.sdnpk.org/pipermail/ngo-list/2001-January/000478.html and http://lists.isb.sdnpk.org/pipermail/ngo-list/2001-January/000492.html

* (Courtesy: Daily The Nation Dated: 12, March 2003)

میں بھی حاضر تھا وہاں...

عراق پر امریکی یلغار اور امت کی ذمہ داریاں

روزنامہ انصاف کے زیر اہتمام سیمینار کی روداد

روزنامہ انصاف جس کا نام قرآنی آیت ''ایمان والو! اللہ کی خاطر انصاف کی گواہی دینے کے لئے ڈٹ جایا کرو۔'' سے اخذ کیا گیا ہے کے زیر اہتمام جمعرات 6 فروری 2003ء کی شام الحمرا ہال نمبر 2 میں ''عراق پر امریکی یلغار اور امت کی ذمہ داریاں'' کے موضوع پر سیمینار منعقد ہوا۔ جس کے مہمان خصوصی نائب عراقی سفیر جناب السید عدنان احمد الربیعی' جو عراقی سفیر ڈاکٹر کاظم عبدالحمید جنہیں ہنگامی طور پر عراق طلب کر لیا گیا تھا کی نیابت کرنے کے لئے سیمینار میں تشریف لائے تھے' نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عراق کے پاس ایسا کوئی اسلحہ نہیں جو انسانیت کی تباہی و بربادی کا باعث بن سکے۔ امریکی وزیر خارجہ نے سلامتی کونسل میں خطاب کے دوران بے بنیاد الزامات کا اعادہ کیا ہے جس کی بنیاد جھوٹ ہے اور وہ انہیں ہٹ دھرمی سے منوانے پر تلا ہوا ہے۔ امریکہ اور برطانیہ کے پاس اگر ٹھوس شواہد موجود ہیں تو وہ عراق میں جہاں چاہیں انسپکشن کر لیں۔ ہم اسلحہ انسپکٹروں سے مکمل تعاون کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہم پر انسپکشن ٹیم سے تعاون نہ کرنے کا الزام لگایا جا رہا ہے جبکہ ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ انسپکشن ٹیم کی عراقی سائنسدانوں سے ملاقات کے وقت ان کے ساتھ عراقی نمائندہ بھی موجود ہوتا کہ وہ بے بنیاد اور غلط باتیں ان سے منسوب نہ کر سکیں۔ انہوں نے کہا کہ اسرائیل کو محفوظ کرنا' فلسطین میں جاری مزاحمتی تحریک کو کچل کر تاریخی اسلامی ورثے کو تباہ کرنا اور عراق میں موجود تیل کے ذخائر امریکی ٹارگٹ ہیں۔ جبکہ ہر عراقی نے یہ عزم کر رکھا ہے کہ خون کے آخری قطرے تک اپنے ملک کی حفاظت کرے گا۔ ہم ایک بھی اتحادی حملہ آور کو بچ کر واپس نہیں جانے دیں گے۔ ان شاء اللہ ہمارے ملک کے درخت اور پتھر بھی ہماری مزاحمتی تحریک کا ساتھ دیں گے۔ انہوں نے جذباتی انداز میں کہا کہ ہم سب سے پہلے اللہ کی رحمت کے طلب گار ہیں' وہی ہماری مدد کرے گا تو ہم کامیاب ہو سکیں گے۔ دنیا بھر کے مسلمان پانچ وقت ہمارے لئے دعا کریں ان کی دعائیں ہمارے حوصلے بڑھائیں گی۔ ہمیں اللہ کی رحمت اپنے عوام کے حوصلے اور صدر صدام کی لیڈر شپ پر مکمل اعتماد ہے۔ ان سے قبل بانی و رہبر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنے مختصر خطاب میں کہا کہ امریکہ بدمست ہاتھی کی طرح مسلمانوں کو کچل کر دنیا بھر میں نیو ورلڈ آرڈر قائم کرنا چاہتا ہے۔ عراق کے خلاف حالیہ جنگ بقول اقبال روح و بدن کا آخری ٹکراؤ ہے جو بہت بڑی جنگ کا پیش خیمہ ہے۔ ہم کسی ایک ملک میں اسلام کا نفاذ نہ کر کے اللہ کے مجرم بن چکے ہیں۔ خصوصاً عرب ممالک جن میں عراق بھی شامل ہے اس حوالے سے زیادہ بڑے مجرم ہیں کیونکہ قرآن پاک ان کی مادری زبان میں ان کے پاس موجود ہے لیکن بدقسمتی سے ہم سب اس پر عمل پیرا نہیں ہو رہے۔ انہوں نے کہا کہ جب تک ہم نے کسی ایک ملک میں اسلام نافذ نہ کیا اس وقت تک ہم دنیا بھر میں ذلیل و خوار ہوتے رہیں گے۔ متحدہ مجلس عمل کے رہنما و ممبر قومی اسمبلی لیاقت بلوچ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ عالم اسلام اس وقت مشکل ترین دور سے گزر رہا ہے۔ بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ عالم کفر تو مسلمانوں کے خلاف یکسو ہے جبکہ ہمارے لیڈر جن سے عوام عاجز آ چکے ہیں وہ اغیار سے مدد کے طلبگار ہیں۔ پاکستان عالم اسلام کا مرکز اور امت مسلمہ کی امیدوں کا سہارا ہے۔ اگر پاکستانی قیادت افغانستان پر حملے کے وقت ہمت و جرات کا مظاہرہ کرتی تو اس وقت امریکہ عراق پر حملے کی جرات نہ کرتا۔ مسلم لیگ (ن) کے جنرل سیکرٹری خواجہ سعد رفیق نے کہا کہ عراق کے خلاف جارحیت کے پیچھے یہودی لابی کارفرما ہے اور امریکی جارحیت کا ساتھ دینے والے اتحادیوں کا بھی منہ کالا ہوگا۔ ہم سب کو اپنی اپنی جگہ اس اقدام کی مذمت و احتجاج کرنا چاہئے۔ ہم قومی اسمبلی میں عراق پر ممکنہ امریکی حملے کے خلاف قرارداد منظور کرائیں گے۔ اس کے علاوہ پیر سیف اللہ خالد' منیر حسین گیلانی' پروفیسر امین جاوید' مولانا لطیف الرحمٰن نے بھی سیمینار سے خطاب کیا۔ پروگرام کے آخر میں امریکی عزائم کی شدید مذمت اور عراقی عوام سے اظہار یکجہتی کے لئے قرارداد بھی منظور کی گئی۔

(مرتب: وسیم احمد)

ضرورت رشتہ

تعلیم M.A Economics' عمر 26 سال' راجپوت' رانا فیملی کی بچی کے لئے دینی گھرانے سے رشتہ درکار ہے' ذات پات کی قید نہیں۔

فون برائے رابطہ: 6674585

Vol:12 Regd. No.LRL-50 No.9
Weekly *Nida-e-Khilafat* Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(E-mail: abidjan@tanzeem.org)

Unlearn Old Lessons of Journalism

Sitting in exile, I recall words of Mr. Mustafa, who is working as Sub-editor with daily the *Statesman* in Pakistan. His oft-repeated lesson-cum-advice was: "Don't be an enemy of your little kids. What will you get from this type of write ups in Pakistan where nothing changes?" Interestingly, same was the message from ISI agents. Now facing an uncertain future, I wonder about the future of journalists -- the custodians of public conscience -- in a republic of fear, called Pakistan. And now, I realise why too many of our reporters are contended with desk journalism.

My crime is violating the rules of journalism in a dictatorship where elites in every walk of life are running rough shod over the poor and Middle class Pakistanis right to live -- where reporters are deluged with transitory events which sometimes obscure the core issues; the gaffes, media releases, staged photo opportunities and hot house intrigues of politics in puppet parliament. Pressed by deadlines, hemmed by the size of the news hole and isolated from research facilities, daily journalists are frequently forced to ignore the facts behind the news. In doing so, journalists fail to make dictators and the corrupt elite accountable.

The report, which became the root cause of my ultimately getting labelled as an anti-state element, was actually the result of my repeated requests to the *Frontier Post* to expose the elements that suck the nation's blood in the name of human rights and poverty alleviation. We have heard of the challenges the journalists face confronting dictators, hostile military, and narco-terrorists. However, neither the paper, nor any of its reporters were ready to take the risk of annoying the well-respected, well-paid and well-linked "development specialists," who never hesitate to publicly shed tears for the poorest of the poor. I had no option but to shoulder the job myself. My findings appeared on the front page of the *Frontier Post* for four consecutive days from January 9 to12, 2001.

The *Frontier Post* offices were burnt to ashes by an angry mob for publishing a blasphemous letter within 40 days of publishing the report. The way the letter made its way to the editorial pages is still a mystery. It is, however, a well known fact that the biggest government-established NGO, Sarhad Rural Support Corporation (SRSC), which was target of the investigative report, distributed sweets among its staff members at the head office the day *Frontier Post* offices were closed down by the provincial government.

On the other side, nothing happened to SRSC for no less powerful men than Additional Chief Secretary and Governor of NWFP, Iftikhar Hussain Shah, stood in its defence. My problems at the hands of well wishers of SRSC and government agents, however, compounded with each subsequent story I contributed to expose the real nature of Musharraf's rule in the years that followed. The 2001 report itself could not become a ruse to persecute me. However, my anti-dictatorship work in 2002 was good enough to settle old scores with me. Interestingly, both my tormentors and myself didn't know the root cause and the actual actors behind the scene who blew my threat to Musharraf's regime out of proportion.

From the kind of interrogation I faced before leaving the country, I assumed that it was the punishment for calling a spade a spade in the face of a dictator. Lately, I came to know that despite my giving up on exposing corruption by leading NGOs, I still remained on the hit list of the personalities I mentioned in my 2001 report.

I remember words of my fellow journalists. Nevertheless, I do not regret, nor am I worried for myself. I am very pleased to read "Irregularities found in rural uplift projects" (*Dawn*, March 01, 2002) -- nothing short of a good abstract of my 2001 report.[1] The *Dawn* report could not have been published at another appropriate time other than now.

Irrespective of what happened to my family, at least, the process that I set in motion is still on and would save many poor families. The *Dawn* would never have published my report in 2001. Today, however, the same facts are echoed in its pages and my mission against corruption under the banner of poverty alleviation is closer to accomplishment – doesn't matter if my mission against self-appointed rulers seems an exercise in futility.

Time changes and things refuse to remain mismanaged for too long. The Governor NWFP could publicly threat those who were writing against corruption in NGOs of serious consequences. His team could close down another NGO, RISE, before any investigation for mismanaging just Rs. 0.2 million (*Dawn*, September 12, 2001). [2] But he decided to punish chairman of his Inspection Team and myself for exposing embezzlement worth millions of dollars by SRSC. The Governor was silent when public were openly challenging him in the words: "Now the ball is in governor's court." [3]

I just want to see what does the Governor NWFP, Mr. Steve Jones of British funding agency (DFID), and Fayyaz Baqir and Anne Keeling of UNDP now think about the *Dawn's* latest report. Mr. Steve Jones was visited by the community members. He was provided with hard evidence of SRSC's corrupt practices. But he didn't hesitate to recommend the organisation for another project worth millions of dollars.

The Governor used military personals in a skilful way to trap me. They spent huge amounts of public funds on an enterprise, which brought no gain to the country and failed even in securing its mean and limited objective. If the purpose of spying on my activities, phone tapping, kidnapping, and detaining me was to secure my silence, the government has failed to achieve its target. Here I am, totally unrepentant, voicing my